آنکھوں کے بالکل قریب نہ ہو۔ راہ چلتے ہوئے، چلتی ہوئی ریل گاڑی، بس اور موٹر گاڑی میں کتب بینی یا اخبار بینی بھی آنکھوں کو متاثر کرتی ہے۔

ہماری آنکھیں ایک نہایت عمدہ کیمرے کی مانند ہیں۔ یہ بادام کی شکل جیسی ہوتی ہیں اور جسامت (Size) میں تقریباً ڈھائی سنٹی میٹر کی ہوتی ہے۔ ہماری آنکھوں میں عدسے (Lens) ہوتے ہیں۔ اور ایک پردہ ہوتا ہے، اس پردے کو پردہ شبکیہ ''رے ٹینا'' (Retina) کہتے ہیں۔ روشنی لینس (Lens) سے گزرتی ہے۔ یہ لینس روشنی کو ''رے ٹینا'' یعنی آنکھ کے پردے پر مرتکز Focus کرتا ہے۔ وہاں چیز کا اُلٹا عکس بن جاتا ہے۔ اس عکس کی اطلاع اعصاب کے ذریعہ دماغ کو جاتی ہے۔ دماغ اس کو سیدھا کرتا ہے اور ہمیں چیزیں نظر آنے لگتی ہیں۔

آنکھیں بھی جسم کے دوسرے اعضاء کی طرح بھر پور توجہ چاہتی ہیں اور ان کی مناسب دیکھ بھال سے نہ صرف بینائی کی حفاظت کی جاسکتی ہے بلکہ اس سے آنکھوں کی دلکشی میں بھی اضافہ ہوسکتا ہے۔ آنکھیں اور ان کے اردگرد کی جلد نازک اور حساس ہوتی ہے۔ اس لئے آنکھوں کی دیکھ بھال میں احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ سب سے پہلے آپ کو آنکھوں کی بینائی کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔

سنیما یا زیادہ دیر تک ٹیلی ویژن دیکھنے سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ اس سے آنکھوں پر بار پڑتا ہے۔ اسی طرح کمپیوٹر اسکرین کے سامنے زیادہ دیر تک بیٹھنے سے آنکھوں میں جلن اور دماغی تھکن پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی طرح لیپ ٹاپ (Laptop) اور موبائل فون کے زیادہ استعمال سے بھی یہ شکایات پیدا ہوتی ہیں۔ جب ہم ٹی وی یا کمپیوٹر کے سامنے دیر تک بیٹھے ہوتے ہیں او ر کتاب کے مطالعہ سے ہماری نظریں مسلسل ان پر مرکوز ہوتی ہیں اور اس دوران ہم پلکیں کم ہی جھپکاتے ہیں۔ اس لئے ہر تین سے چار لمحوں کے بعد پلکوں کو جھپکانے سے آنکھوں کی تھکن دور ہو کر اعصابی سکون حاصل ہوتا ہے اور اس سے آنکھوں کو وقتی آرام بھی مل سکتا ہے۔

گرد وغبار سے دور رہنا چاہئے۔ اگر چھوٹا سا تنکا یا ذرہ بھی آنکھ میں چلا جائے تو اس کی کھٹک سے درد ہونے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ آنکھ سے اس ذرّے کو نکالنے کے لئے اپنے دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح دھولیں، پھر پاک وصاف کپڑے کے ایک کونے یا روئی کے پھاہے سے تنکا یا ذرے کو نرمی اور احتیاط سے نکالا جائے۔ اس دوران آنکھ کے ڈھیلے (Eye Ball) کو ہاتھ نہ لگائیں۔

کھیل کود یا بھاگ دوڑ کے دوران اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ آنکھ یا اس کے قریبی حصے پر چوٹ نہ آنے پائے۔ اگر اتفاقاً چوٹ لگے اور زخم ہو جائے تو فوراً پاک وصاف کپڑے میں لپٹا ہوا برف کا ٹکڑا آنکھ پر رکھا جائے تاکہ اس سے خون کے رکنے اور درد کے کم کرنے میں مدد ملے ۔ اس کے بعد فوراً ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہئے تاکہ مرض کا خاطر خواہ علاج ہو سکے۔ اگر کسی کیڑے کے کاٹنے سے آنکھ کے پپوٹے ورم ہو جائیں تو جلابی نمک پانی میں ملا کر گرم کریں اور موٹا کپڑا یا روئی کو پانی میں بھگو کر سوجھے ہوئے حصہ پر سینکنا چاہئے۔ تھوڑی ہی دیر میں آرام مل جائے گا۔

آنکھوں کی بینائی برقرار رکھنے میں حیاتین (وٹامن) اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ آنکھوں کی اچھی بینائی کے لئے ڈاکٹروں نے وٹامن اے، بی 2، سی اور وٹامن ڈی کے استعمال کا مشورہ دیتے ہیں۔ اس لئے آنکھوں کی بہترین حفاظت کے لئے ایسی خوراک کا استعمال کرنا چاہئے جس میں وٹامن اے، بی، بی ٹو اور سی کی مناسب مقدار موجود ہوگا جر اور پالک میں، حیاتین اے (وٹامن A) کی زیادہ مقدار پائی جاتی ہیں۔

سلاد، ہرے پتوں والی سبزیوں کے علاوہ مکھن، مچھلی، پیلے رنگ کی سبزیاں اور پھل مثلاً آم، پپیتا، سنگترہ وغیرہ سے آنکھوں کو تقویت ملتی ہے۔ خاص طور پر ان اشیاء کے استعمال سے انسان مدہم روشنی اور تاریکی میں بھی دیکھنے کی قوت سے مالا مال ہوتا ہے۔ دن

میں دو یا تین بار آنکھوں میں عرقِ گلاب ڈالنا بھی مفید ہے جس سے آنکھوں کی جلن اور درد میں کمی ہوتی ہے۔ دن میں کم از کم چھ گلاس تک پانی پینے کی کوشش کریں۔ کیونکہ پانی آنکھوں میں نمی کی مقدار کو برقرار رکھتا ہے جس سے آنکھوں میں سوجن وغیرہ نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ آنکھوں کو دن میں کئی مرتبہ پاک وصاف ٹھنڈے پانی سے دھونے سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور تازگی ملتی ہے اور اچھی طرح سے آنکھوں کی صفائی بھی ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مناسب اور پرسکون نیند بھی صحت مند آنکھوں کے لئے ضروری ہے۔

بعض بچوں کی آنکھیں پیدائشی طور پر کمزور ہوتی ہیں۔ انہیں قریب یا دور کی چیزیں صاف دکھائی نہیں دیتیں۔ یہ بیماری عام طور پر آنکھ کے قدرتی عدسوں کی خرابی کے باعث ہوتی ہے۔ ان بچوں کو آنکھوں کے ڈاکٹر سے مشورے کے بعد چشمہ (عینک) استعمال کرنا چاہئے۔ کچھ لوگ چشمہ لگانے میں شرم محسوس کرتے ہیں۔ اس میں کسی قسم کی جھجک نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ بر وقت بیماری (نظر کی کمزوری) کا علاج نہ ہو تو وقت گزر جانے پر وہ لا علاج بھی ہو سکتی ہے۔ آنکھوں کی تکلیف خواہ کسی قسم کی ہو، گھریلو علاج اپنانے سے پہلے کسی اچھے ڈاکٹر سے مشورہ ضرور کریں کیونکہ گھریلو علاج سے آنکھوں میں ڈالی جانے والی کوئی بھی دوا نا قابلِ تلافی نقصان پہنچا سکتی ہے۔ آنکھوں کی اکثر بیماریاں متعدی ہوتی ہیں یعنی ایک دوسرے کو منتقل ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں جس کسی کو بھی آنکھوں کی بیماری لاحق ہو اس شخص سے دور رہنا چاہئے۔

غرض آنکھوں کی دیکھ بھال اور اس کی حفاظت ضروری، لازمی اور نہایت اہم ہے۔ کیونکہ انسان کے لئے آنکھیں قدرت کا انمول عطیہ ہیں ،جس کا اس دنیا میں کوئی بدل نہیں۔

I الفاظ کے معانی اور اشارے:

نگہداشت	=	حفاظت	بے بہا	=	انمول، نفیس
عکس	=	تصویر، فوٹو	تاریک	=	اندھیرا، سیاہ، کالا
اعصاب	=	عصب کی جمع۔ پٹھّا۔ نَس	نقص	=	عیب، برائی
بینائی	=	آنکھ کی روشنی	غفلت	=	لا پرواہی
کتب بینی	=	کتابوں کا مطالعہ کرنا	اعضاء	=	عضو کی جمع، بدن کا کوئی حصہ
اضافہ	=	زیادتی	جلد	=	کھال، چمڑا
خوراک	=	غذا	شفاف	=	نہایت صاف جس میں آر پار نظر آئے
چشمہ	=	عینک	متعدی مرض	=	ایک سے دوسرے کو لگنے یا پھیلنے والی بیماری

II اضداد لکھئے

اندھیرا	×	اجالا	خوب صورت	×	بدصورت
قریب	×	دور	نرمی	×	سختی
بہترین	×	بدترین	عام	×	خاص

III ذیل کے الفاظ کی جمع بنائیے:

نعمت	+	نعمتیں	پردہ	+	پردے، پروں
منظر	+	مناظر	طالبہ	+	طالبات
عضو	+	اعضاء	تصویر	+	تصاویر

IV جوڑ لگائیے

الف		ب
آنکھیں نہ ہوں تو	-	متعدی ہوتی
ہماری آنکھیں	-	مدد سے انجام پاتا ہے
اندھیرے اور روشنی کا علم	-	اور اہم نعمت ہیں
آنکھیں بے بہا	-	دنیا تاریک ہے
ہمارا ہر کام آنکھوں ہی کی	-	گولی یا بادام کی شکل جیسی ہوتی ہیں
آنکھوں کی اکثر بیماریاں	-	ہمیں آنکھ سے ہی ہوتا ہے

V قوسین میں دیئے گئے الفاظ سے خالی جگہ بھرتی کیجئے:

(I) ہماری آنکھیں ایک نہایت عمدہ .... کی مانند ہیں ۔

(2) آنکھیں خوبصورتی کا .... ہوتی ہیں۔

(3) آنکھیں ہمارے چہرہ کی سب سے .... اور نہایت نازک حصہ ہیں ۔

(4) عام طور پر چھوٹے بچے آنکھوں کی .... کا شکار ہوتے ہیں۔

(5) پیلے رنگ کی سبزیاں اور پھل آنکھوں کی اچھی .... کے لئے مفید ہیں۔

(6) آنکھوں کی بینائی برقرار رکھنے میں چند .... اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

(کیمرے آئینہ دار متاثر کن بیماریوں بینائی حیاتین (وٹامن)

VI درج ذیل سوالوں کے مختصر جوابات لکھئے:

(I) اندھیرے اور روشنی کا علم ہمیں کیسے ہوتا ہے؟

(2) آنکھوں کی شکل کیسی ہوتی ہے؟

(3) ہمارے چہرہ کا سب سے متاثر کن اور نہایت نازک حصہ کونسا ہے؟

(4) عام طور پر کون آنکھوں کی بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں؟

(5) کھیل کود یا بھاگ دوڑ کے دوران بدن کے کس حصے کی زیادہ حفاظت کرنی چاہئے؟

(6) آنکھوں کی بینائی برقرار رکھنے میں کونسے حیاتین اہم کردار ادا کرتے ہیں؟

(7) کس قسم کی خوراک آنکھوں کی بینائی کے لئے مفید ہیں؟

VII تفصیلی جوابات لکھئے:

(1) انسان کے نزدیک آنکھیں کیوں بے بہا اور اہم ہیں؟

(2) آنکھوں کی اچھی بینائی کے لئے کس قسم کے خوراک کا استعمال کرنا چاہئے؟

(3) آنکھوں کی دیکھ بھال اور اس کی نگہداشت کس طرح کی جاسکتی ہے؟

عملی مشق:

انسانی جسم کے اعضاء کا ایک خاکہ بنائیے اور اس میں کان کی اہمیت کو اجاگر کیجئے۔

تاریخ پارے

1۔ سکندرِ اعظم نوعمری میں ارسطو کا شاگرد تھا۔ وہ اپنے استاد کا بڑا ادب و احترام کرتا تھا۔ ایک مرتبہ دونوں کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں ندی حائل ہوگئی۔ انہیں اس ندی کی گہرائی کا اندازہ نہیں تھا۔ وہ سوچ رہے تھے کہ ندی کو کس طرح پار کیا جائے۔

آخر کار سکندر نے کہا کہ استاد محترم، میں آگے جا رہا ہوں۔ آپ میرے پیچھے آیئے۔ یہ کہہ کر وہ ندی میں اتر گیا۔ ندی گہری نہیں تھی۔ دونوں آسانی کے ساتھ کنارے پر پہنچ گئے۔ کنارے پر پہنچتے ہیں ارسطو نے سکندر اعظم سے کہا کہ آخر کار تم نے میرے آگے چل کر اپنے شہزادے ہونے کا ثبوت دے ہی دیا۔ تمہیں تو استاد کے پیچھے آنا چاہئے تھا۔

سکندر نے انکساری کے ساتھ جواب دیا۔ استاد محترم، میں اس لئے آگے چلا کہ خدانخواستہ کہیں آپ ندی کی گہرائی کا اندازہ نہ کرتے ہوئے ڈوب جائیں یا ندی کے بہاؤ میں بہہ جائیں تو ہزاروں سکندر مل کر بھی آپ جیسا قابل انسان نہیں لا سکتے۔ اگر میں ندی میں ڈوب جاؤں یا بہہ جاؤں تو آپ مجھ جیسے ہزاروں سکندر تیار کر سکتے ہیں۔ سکندر کی بات سن کر ارسطو بہت متاثر ہوا۔

2۔ نوبل انعام یافتہ مشہور و معروف سائنس دان سر سی.وی رامن سے کسی نے محفل میں ایک طالب علم سے پوچھا۔ جناب! آپ نے ہیرے کے خواص کے بارے میں بہت تحقیق کی ہے۔ مگر آپ نے یہ نہیں بتایا کہ ہیرا کیسے بنایا جاتا ہے۔

سر سی.وی.رامن نے کہا، یہ تو بہت آسان ہے۔ ایک کوئلہ کا ٹکڑا لو۔ اسے ایک ہزار فٹ کی گہرائی میں دفن کر دو۔ پھر ایک ہزار سال تک انتظار کرو، ہیرا حاصل ہو جائے گا۔

ان کا جواب سن محفل لالہ زار ہوگئی۔

اکائی 3

حصّۂ غزل

غزل

میر مہدی مجروؔح

شاعر کا تعارف

میر مہدی مجروح کا نام میر مہدی حسن دہلوی ہے۔ وہ 1833ء میں پیدا ہوئے۔ 15/مئی 1903ء کو کا انتقال ہوا۔ مرزا غالبؔ کے خاص شاگرد تھے۔ ان کا دیوان 1898ء میں ''مظہر معانی'' کے قلمی نام سے شائع ہوا۔ ان کی شاعری میں زبان کے محاوروں کا زیادہ استعمال ہوا ہے۔ ان کی شاعری کلاسیکی انداز کی ہے۔

شغلِ الفت کو جو احباب برا کہتے ہیں
کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا کہتے ہیں

کیا ہے آب دمِ خنجر سے وہ تیرے افزوں
جس کو تعریف سے سب آب بقا کہتے ہیں

جان دینے کے سوا اور بھی تدبیر کریں
ورنہ یہ بات تو ہم اس سے سدا کہتے ہیں

دے دیا دل ہی تو بدگوئی کا شکوہ کیا ہے
آپ جو کچھ مجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

سیم تن اس کو کوئی کہنے لگا کوئی پری
بولا مجروؔح سے پوچھو کہ وہ کیا کہتے ہیں

حاصلِ کلام

شاعر میر مہدی مجروؔح اپنی اس غزل میں کہتے ہیں کہ میرے دوست واحباب محبت کے مشغلہ کو برا بھلا کہتے ہیں لیکن مجھے یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں ان کو کیا کہوں؟

اے میرے محبوب جب آپ تلوار چلاتے ہیں تو اس کے دھار کی چمک ایسی ہوتی ہے جیسے صاف شفاف پانی۔اسی لئے لوگ اسے آب بقا

کہتے ہیں۔

ہم ہمیشہ سے محبوب پر اپنی جان نچھاور کرنے کی بات کرتے ہیں۔اس کے علاوہ کوئی تدبیر ہو تو بتائیں۔ہم تو انہیں اپنا دل دے بیٹھے ہیں لیکن وہ ہمیں بدگو ہونے کی (بری بات کرنے والے) کی شکایت کرتے ہیں۔ٹھیک ہے وہ جو بھی ہمیں کہیں وہ صحیح ہی ہوگا۔۔

مقطع میں شاعر کہتے ہیں کہ میرے محبوب کو کوئی خوب صورت پری کہتا ہے، حقیقت میں تو یہ دیکھنا چاہئے کہ مجروحؔ جیسا عاشق ان کے بارے میں کیا کہتا ہے۔

I الفاظ کے معانی اور اشارے:

شغل = کام۔دھندا۔مشغلہ

الفت = محبت۔پیار

احباب = دوست۔رشتہ دار

آب = چمک،رونق

خنجر = چھرا جیسا ایک قسم کا ہتھیار

افزوں = زیادہ۔بڑھا ہوا

آبِ بقا = آبِ حیات،ایسا امرت جس کے پینے سے موت نہیں آتی

سوا = علاوہ،بغیر

سدا = ہمیشہ

بدگوئی = غیبت۔چغلی۔برائی۔جھوٹ

شکوہ = شکایت

سیم تن = چاندی جیسی سفید جلد والا۔گورا۔چٹا۔حسین

II واحد جمع لکھ کر یاد کیجئے:

حبیب + احباب

الفت + الفتیں

تدبیر + تدابیر

پری + پریاں

تعریف + تعریفیں

III اضداد لکھئے اور یاد کیجئے:

حبیب × رقیب

الفت × نفرت

تدبیر × تقدیر

تعریف × مذمت

IV مصرعہ مکمل کیجئے:

(1) شغلِ الفت کو جو احباب ....

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ....

(2) .... اور بھی تدبیر کریں

ورنہ یہ بات تو ہم ....

V مختصر جوابات لکھ کر یاد کیجئے:

(1) کس چیز کو احباب برا تصور کرتے ہیں؟

(2) کون سی بات شاعر ہمیشہ سے کرتے آ رہے ہیں؟

(3) دل دینے کے باوجود شاعر پر کس بات کا شکوہ کیا جاتا ہے؟

(4) محبوب کے حسن کو دیکھ کر دوسرے کیا کہتے ہیں؟

(5) شاعر کا نام اور تخلص بتائیے؟

عملی سرگرمی:

اپنی پسندیدہ ایک غزل کاپی میں تحریر کیجئے۔

آدابِ دُعا

دُعا ایک عبادت ہے، بلکہ ساری عبادتوں کا مغز اور مومن کا ہتھیار کہا گیا ہے۔ دعا کو خشوع وخضوع کے ساتھ پوری توجہ اور اخلاص سے مانگنا چاہئے۔

جب بندہ اللہ سے دُعا کرتا ہے تو وہ اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے ''مجھ سے دُعا مانگو، میں اسے قبول کروں گا۔ جو لوگ تکبر کی وجہ سے میری عبادت سے منہ پھیرتے ہیں، انہیں ذلیل کر کے جہنم میں داخل کیا جائے گا''۔ گویا اللہ سے سوال نہ کرنے والوں سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ جو شخص یہ چاہے کہ اس کی دُعا مشکلوں اور مصیبتوں کے وقت قبول ہو، اسے چاہئے کہ خوش حالی میں کثرت سے دُعا مانگا کرے۔ اس کی قبولیت کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ سب سے اچھی دُعا دنیا و آخرت میں عافیت کی دُعا ہے۔ عموماً جو اذکار اور دعائیں قرآن سے منتخب کی جاتی ہیں، وہ تو اللہ کا کلام ہی ہیں، مگر حدیث میں دعائیں بھی اگر چہ بظاہر حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہیں، حقیقت ہیں، اللہ کی وحی کے ذریعے آپ ؐ تک پہنچی ہیں۔ سورہ نجم میں ارشاد الٰہی ہے۔ ''آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، جو بھی وہ زبان سے کہتے ہیں وحی ہے، جو اُن کے پاس بھیجی جاتی ہے''۔ نیز صحابہ کرام ؓ بھی ہر وقت دعاؤں کا اہتمام کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی خوشی ہو یا غم، مصیبت ہو یا پریشانی، ہر وقت اللہ تعالیٰ سے عافیت، ہدایت، علم کے حصول اور دنیا و آخرت میں کامیابی کے لئے دعا کرتے رہنا چاہئے۔ دُعا مانگتے وقت درود شریف ضرور پڑھ لینا چاہئے۔

اکائی 2

سرسری مطالعہ

بے وفائی کا انجام

ماخوذ

ایک ندی تھی ، ندی کے کنارے ایک بہت بڑا پیڑ تھا ، پیڑ پر ایک بندر رہتا تھا۔ پیڑ پر خوب پھل لگتے تھے۔ وہ پھل بڑے بھی ہوتے تھے۔ میٹھے بھی اور رسیلے بھی۔ بندر خوب مزے لے لے کر ان کو کھاتا اور اکیلا اپنے دن ہنسی خوشی گزار رہا تھا۔

ایک دن ایک مگر مچھ تیرتا ہوا ندی کے کنارے آیا۔ بندر نے اس سے پوچھا۔ ''تم کون ہو بھائی ؟ اور کہاں سے آرہے ہو''

مگر مچھ نے کہا: '' میں مگر مچھ ہوں۔ بڑی دور سے آیا ہوں۔ میں دن بھر کھانے کی تلاش میں گھومتا رہا مگر کچھ بھی نہ ملا'۔

بندر نے کہا: ''اللہ کی مہربانی سے ہمارے یہاں تو کھانے کی کوئی کمی نہیں۔ اس پیڑ پر ڈھیروں پھل لگے ہیں۔ تم بھی چکھ کر دیکھو۔ تم کو اچھے لگیں گے تو میں اور دے دوں گا ، جتنا جی چاہے کھاؤ۔'' یہ کہہ کر بندر نے کچھ پھل توڑ کر مگر مچھ کی طرف پھینکے۔

مگر مچھ نے انہیں چکھ کر کہا: ''واہ واہ! یہ تو بڑے مزے دار پھل ہیں۔''

بندر نے کہا: ''کیوں نہیں؟ روزانہ آؤ اور جتنا جی چاہے کھاؤ''۔

مگر مچھ اگلے دن آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔

دوسرے دن مگر مچھ پھر آیا۔ اس نے پھر پیٹ بھر کر پھل کھائے اور بندر سے خوب مزے مزے کی باتیں کرتا رہا۔ بندر اکیلا تو تھا ہی۔ اسے ایک دوست مل گیا۔ وہ بہت خوش ہوا۔

اب تو مگر مچھ روز آنے لگا دونوں پیٹ بھر کر پھل کھاتے اور بڑی دیر تک بات چیت کرتے رہتے۔ ایک دن یوں ہی باتوں باتوں میں بندر نے کہا: ''بھائی مگر مچھ! میں اس دنیا میں اکیلا ہوں ، اکیلا ، میرا کوئی بھی نہیں ہے۔''

مگر مچھ نے بات کاٹ کر کہا '' بندر بھائی ! میں تو اکیلا نہیں ہوں۔ میری ایک بیوی بھی ہے جو گھر پر رہتی ہے۔ میرا گھر ندی کے کنارے پر ہے۔''

بندر نے کہا ''تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ تم نے کہا ہوتا تو میں پہلے ہی بھابھی کے لئے کچھ بھیجتا۔''

جب مگر مچھ جانے لگا تو بندر نے اس کی بیوی کے لئے تھوڑے سے پھل ساتھ کر دئے۔ مگر مچھ کی بیوی کو یہ رسیلے پھل بہت پسند آئے۔ اس نے مگر مچھ سے کہا ''میرے لئے روزانہ یہی رسیلے پھل لایا کرو''۔

بندر اور مگر مچھ میں بڑی گہری دوستی ہو گئی۔ مگر مچھ روزانہ بندر سے ملنے کے لئے جاتا۔ خود بھی جی بھر کر پھل کھاتا اور اپنے ساتھ بھی لے جاتا۔

مگر مچھ کی بیوی کو یہ پھل اچھے لگتے تھے لیکن بندر کی دوستی اسے ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔

ایک دن اس نے کہا '' مگر مچھ اور بندر میں بھی کہیں دوستی رہی ہے۔ مگر مچھ تو بندر کو مار کر کھا جاتے ہیں۔ تم ضرور جھوٹ بولتے ہو۔''

مگر مچھ نے کہا: ''میں سچ کہتا ہوں وہ بندر بہت اچھا ہے۔ بے چارہ روزانہ تمہارے لئے اتنے اچھے اچھے پھل بھیجتا ہے۔ اگر بندر سے دوستی نہ ہوتی تو میں یہ پھل کہاں سے لاتا۔ میں خود تو پیڑ پر چڑھ نہیں سکتا۔

مگر مچھ کی بیوی نے سوچا۔ '' اگر بندر روزانہ اتنے مزے دار پھل کھاتا ہے تو اس کا گوشت بھی بڑا لذیذ ہوگا۔

یہ سوچ کر اس نے مگر مچھ سے کہا: ایک دن تم بھی اپنے دوست کو اپنے گھر آنے کی دعوت دو۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اس کا کلیجہ کھاؤں۔''

مگر مچھ نے کہا ''مگر وہ تو خشکی پر رہنے والا جانور ہے۔ پانی میں کیسے تیر سکے گا؟''۔

اس کی بیوی نے کہا ''تم اس کو دعوت تو دو۔ بندر بڑا چالاک جانور ہے وہ یہاں آنے کی کوئی نہ کوئی صورت ضرور نکال لے گا۔''

مگر مچھ بندر کو دعوت نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس کی بیوی روزانہ اس سے پوچھتی۔ ''یہ بتاؤ بندر کو کب لاؤ گے؟'' کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر مگر مچھ اسے ٹال دیتا تھا۔

مگر مچھ حیران رہ گیا۔ اس نے بڑے غمگین لہجے میں کہا ''بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہی تو میرا ایک دوست ہے۔ میں کیسے اس کے ساتھ دشمنی کروں؟''

اس کی بیوی نے کہا۔ ''اچھی بات ہے اگر تم کو اس کی دوستی زیادہ پیاری ہے تو تم اسی کے پاس جا کر رہو۔ تم یہی چاہتے ہو کہ میں مر جاؤں۔''

اب تو مگر مچھ بڑی الجھن میں پڑ گیا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ کرے تو کیا کرے۔ اگر وہ بندر کا کلیجا لائے تو اس کا دوست مارا جائے گا اور نہیں لاتا تو اس کی بیوی کی جان جاتی ہے۔ وہ آنکھوں میں آنسو بھر کر بولا ''میرا ایک ہی تو دوست ہے۔ میں اس کی جان کیسے لے سکتا ہوں۔ تم ہی بتاؤ؟''۔

اس کی بیوی نے کہا ''تو کیا ہوا۔ تم ٹھہرے مگر مچھ، مگر مچھ تو جان لیتا ہی ہے۔''

مگر مچھ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ اس کی عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بندر کے پاس گیا۔ بندر تو مگر مچھ کا انتظار ہی کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا ''ارے دوست! آج کیوں اتنی دیر ہوگئی؟ سب خیریت تو ہے؟''

مگر مچھ نے کہا ''میں اور میری بیوی کا جھگڑا ہو گیا ہے۔ وہ تم سے ملنا چاہتی ہے۔ وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ میں تم کو اپنے ساتھ لیتا آؤں۔ اگر تم میرے ساتھ نہیں چلو گے تو وہ مجھ سے بہت لڑے گی۔

بندر نے ہنس کر کہا ''بس اتنی سی بات ہے۔ میں تو خود بھابھی سے ملنا چاہتا ہوں لیکن سوال یہ ہے کہ میں پانی میں چلوں گا کیسے؟ میں تو ڈوب جاؤں گا۔''

مگر مچھ نے کہا ''تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں تمہیں اپنی پیٹھ پر بٹھا کر لے جاؤں گا۔''

بندر چلنے کے لئے راضی ہو گیا۔ وہ پیڑ سے اترا اور اچھل کر مگر مچھ کی پیٹھ پر سوار ہو گیا۔ جب مگر مچھ ندی کے بیچوں بیچ پہنچا تو بجائے آگے جانے کے پانی میں نیچے اترنے لگا۔ بندر ڈر گیا اور بولا: ''یہ کیا کر رہے ہو مگر مچھ بھائی! ذرا اور نیچے اترو گے تو میں ڈوب کر مر جاؤں گا۔''

مگر مچھ نے کہا ''بھائی بات یہ ہے کہ میری بیوی بہت بیمار ہے اور اس کا ایک ہی علاج ہے، اگر اسے بندر کا کلیجا کھلا آؤں گا تبھی وہ اچھی ہو سکے گی۔ یہاں کوئی اور بندر تو ہے نہیں، میں تم کو مار کر تمہارا کلیجا اپنی بیوی کو کھلا دوں گا۔''

یہ سنتے ہی بندر کے ہوش وحواس گم ہو گئے۔ موت آنکھوں کے سامنے رقص کرنے لگی۔ اس نے سوچا کہ بس اب تو ہوش مندی اور چالاکی ہی سے اپنی جان بچائی جاسکتی ہے۔ یہ سوچ کر اس نے ایک زوردار بناوٹی قہقہہ لگاتے ہوئے کہا:

"میرے پیارے دوست! یہ تم نے پہلے ہی کیوں نہیں بتایا؟ میں تو بھابھی کو بچانے کے لئے خوشی خوشی اپنا کلیجا دے دوں گا لیکن وہ تو اسی پیڑ پر لٹکا ہوا ہے۔ میں اسے سینے سے نکال کر وہیں رکھتا ہوں۔ اس وقت تو میں اسے اپنے ساتھ لانا بھی بھول گیا۔ تم نے اسی وقت کہا ہوتا تو میں لے آتا"۔ مگرمچھ نے کہا" چلو واپس چلیں، پیڑ پر سے فوراً اپنا کلیجا لے آنا، اگر دیر لگی تو میری بیوی کی بیماری بڑھ جائے گی۔"

مگرمچھ لوٹا اور بڑی تیزی سے تیرتا ہوا ندی کے کنارے پیڑ کے پاس پہنچا۔ جیسے ہی وہ کنارے پر پہنچا، بندر کود کر پیڑ پر چڑھ گیا، اور ہنس کر مگرمچھ سے بولا۔" ارے بیوقوفوں کے بادشاہ! اپنے گھر کا راستہ لے۔ تو دنیا کا سب سے بڑا بے وقوف ہے۔ بھلا کہیں کوئی اپنا کلیجہ نکال کر الگ بھی رکھتا ہے۔" یہ کہہ کر بندر نے ایک بڑا سا پھل توڑ کر مگرمچھ کے سر پر زور سے مارتے ہوئے کہا۔ "یہ لے میرا کلیجا! مگرمچھ چوٹ کھا کر بلبلا اٹھا اور فوراً وہاں سے بھاگ نکلا۔

I الفاظ کے معانی اور اشارے

مگرمچھ	=	گھڑیال	رسیلے	=	رس دار
ایک آنکھ نہ بھاتا	=	بالکل پسند نہ آنا	ترکیب کرنا	=	صورت نکالنا، تدبیر کرنا
الجھن	=	پریشانی۔ مشکل	ہوش وحواس گم ہونا	=	گھبرانا۔ بوکھلانا
ہوش مندی	=	سمجھداری۔ عقل مندی			
موت کا آنکھوں کے سامنے رقص کرنا	=	موت کا خیال آنا۔ سخت مشکل میں پڑ جانا			

II مناسب الفاظ کی مدد سے خالی جگہ بھرتی کیجئے:

میں تو دن بھر کھانے کی .... میں گھومتا رہا مگر کچھ بھی نہ ملا۔

(2) مگرمچھ نے انہیں .... کر کہا واہ واہ یہ تو بڑے مزے دار پھل ہیں۔

(3) بندر اور مگرمچھ میں بڑی گہری .... ہوگئی۔

(4) مگرمچھ .... رہ گیا۔

(5) جیسے ہی وہ کنارے پر پہنچا بندر کود کر .... پر چڑھ گیا۔

III مختصر جوابات لکھئے:

(1) بندر اور مگرمچھ کی دوستی کیسے ہوئی؟

(2) مگرمچھ کی بیوی نے بیماری کا بہانہ کیوں بنایا؟

(3) مگرمچھ نے بندر کو ندی کے اس پار لے جانے کے لئے کیا تدبیر اختیار کی؟

(4) بندر نے اپنے کلیجے کے بارے میں مگرمچھ کو کیا بتایا؟

(5) پیڑ پر چڑھ کر بندر نے مگرمچھ سے کیا کہا؟

IV۔ تفصیلی جواب لکھئے۔

(1) کہانی "بے وفائی کا انجام" کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھئے۔

اکائی 3

قواعد

ضمیر کی قسمیں

سیکھنے کے مقاصد

- ضمیر، اشارہ، ضمیر موصولہ اور ضمیر استفہامیہ کے متعلق جانکاری حاصل کرنا
- آپسی بول چال میں زبان کی صحت کو برقرار رکھنا

اعادہ : گزشتہ اسباق میں آپ نے ضمیر کے متعلق یہ پہچان لیا ہے کہ ضمیر ایک ایسا کلمہ ہے جو کسی اسم کی جگہ بولا جاتا ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ ایک وہ ضمیر جو اپنے لئے استعمال کرتا ہے اسے ضمیر متکلم کہتے ہیں۔ ایک وہ ضمیر جو سامنے والے کے لئے استعمال کی گئی ہو، اس کو مخاطب کہتے ہیں۔ ایک وہ ضمیر جو غیر موجود شخص کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اسے غائب کہتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی ضمیر کی بعض قسمیں ہیں جن میں سے یہاں چند کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

یہ لڑکا۔ وہ گھر۔ اُس کی کتاب۔ اُن دونوں کا قلم۔ اِن سب کی کا پیاں۔ اِس کی کار۔ وغیرہ

ان جملوں میں آپ کو غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعض الفاظ جیسے یہ۔ وہ۔ اس۔ اُن۔ اِن وغیرہ یہ کسی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اور یہ الفاظ ضمیریں ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس میں بعض ضمیریں قریب کی استعمال کی گئی ہیں جیسے اِن۔ یہ - اِس۔ اور بعض ضمیریں دور کے لئے استعمال کی گئی ہیں جیسے وہ، اُن، اُس وغیرہ۔ اسے اردو گرامر کی زبان میں ضمیر اشارہ کہتے ہیں۔

ضمیر اشارہ : (Demonstrative Pronouns)

وہ ضمیریں ہیں جو کسی شخص یا چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔

بات چیت اور گفتگو کے درمیان یا کسی سے سوالات کرتے وقت آپ بعض الفاظ جیسے کیا، کون، کیوں، کس نے، کب، کہاں وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ اصل میں یہ الفاظ سوالیہ، یا استفہامیہ ہیں۔ اسی لئے اسے ضمیر استفہامیہ کہتے ہیں۔

ضمیر استفہامیہ (Interrogative Pronouns) وہ کلمات ہیں جن کے ذریعہ سوال پوچھا جاتا ہے۔

ان مثالوں پر غور کریں

(1) جو محنت کرتا ہے وہ کامیاب ہوتا ہے ۔

(2) اللہ جس کو نوازتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

ان دونوں مثالوں میں بعض ضمیریں استعمال کی گئی ہیں جو دو جملوں کو ملانے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں ۔اسے ضمیر موصولہ کہتے ہیں ۔

ضمیر موصولہ :

وہ ضمیریں ہیں جو دو جملوں کو ملانے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں اور جن کے آنے کی وجہ سے جملوں میں ایک طرح کا ربط اور تعلق پیدا ہوجاتا ہے۔ جب تک دوسرا جملہ پہلے جملے کے ساتھ ملا کر پڑھا یا بولا نہ جائے ، بات پوری طرح سمجھ میں نہیں آتی ۔

جیسے جو ، جس کا ، جس کو ، جس نے ، جنہوں نے ۔ وغیرہ

خطوط نویسی

چچا کے نام خط (تحفہ کا شکریہ)

اپنے چچا کے نام خط لکھو، جس میں تمہاری سالگرہ موقعہ پر تحفہ بھیجنے کے لئے شکریہ ادا کیا گیا ہو۔

وانم باڑی

06-08-2019

محترمی ومکرمی چچا جان صاحب!

سلام وآداب

میری سالگرہ کے موقعہ پر آپ نے جو گھڑی بطور تحفہ روانہ کی تھی، وہ مجھے مل گئی ہے۔ آپ کی پسند کی ہوئی گھڑی بہت خوبصورت اور قیمتی ہے۔ مجھے اور میرے دوستوں کو بھی بے حد پسند آئی اور سب نے اس کی بہت تعریف کی ہے۔ اس تحفہ سے آپ کا پیار اور خلوص بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے میرے جنم دن کی تاریخ یاد رکھی اور اس موقعہ پر مجھے ایک قیمتی تحفہ اور مبارک بادی کا پیغام روانہ کیا۔

آپ کے اس پیار بھرے تحفہ کے لئے میں دل کی گہرائیوں کے ساتھ آپ کا شکر گزار ہوں۔ میں اس گھڑی کو نہایت ہی احتیاط کے ساتھ استعمال کردوں گا اور اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھوں گا۔

امی جان اور ڈیڈی آپ کو سلام کہتے ہیں۔

فقط

والسلام

آپ کا بھتیجا

محمد سدید مکرم

لفافے پر مکتوب الیہ کا پتہ

بخدمت گرامی قدر جناب محمد نصرت سعید صاحب

25/ R.O.B تیسری گلی، رائی پیٹھ،

چنئی- 600 014

اکائی 4
حصّہ نظم

نعت

ماہر القادریؔ

سیکھنے کے مقاصد

- طلبہ کے اندر رسول اللہ ص کی محبت و اطاعت کا جذبہ بیدار کرنا
- رسول اللہ ﷺ کے اوصاف سے طلباء کو روشناس کرانا
- نعت میں پیش کردہ آپ ﷺ کے متعلق نکات کو واضح کرنا

نعت کی تعریف

نعت ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف خلوصِ نیت کے ساتھ کی جائے۔ نعتِ رسول ایک صنفِ سخن ہی نہیں بلکہ راہِ سعادت بھی ہے۔ شعراء عام طور پر اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ قیامت کے دن آپؐ کی شفاعت ہمیں نصیب فرمائے۔

شاعر کا تعارف

نام منظور حسین، تخلص ماہرؔ، ماہر القادری کے نام سے ادبی دنیا میں معروف ہیں۔ پیدائش ضلع بلند شہر کے مقام قیصر کلاں میں 30 / جولائی 1906ء کو ہوئی۔ علی گڑھ یونی ورسٹی سے میٹرک پاس کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد رسالہ مدینہ بجنور سے وابستہ ہوئے۔ وہ ایک اچھے صحافی تھے۔ تقسیمِ ہند کے بعد کراچی سے 'فاران' نامی ماہنامہ نکالتے رہے۔ وہ ایک اچھے شاعر، نقاد، سوانح نگار اور ناول نگار تھے۔ انہوں نے بیس سے زیادہ کتابیں شائع کیں جو بہت پسند کی گئیں۔ ان میں سے آتش خاموش، شیرازہ، محسوساتِ ماہر، نغماتِ ماہر، جذباتِ ماہر، کاروانِ حجاز، زخم و مرہم، یادِ رفتگان وغیرہ ہیں۔ نعت گوئی میں انہیں کمال حاصل تھا۔ ان کا انتقال 12 / مئی 1978ء کو جدہ میں ہوا۔

نبی دوسرے پیشوا بن کے آئے
محمدؐ مگر مصطفیٰ بن کے آئے

کبھی عرش کے کنگروں کو سنوارا
کبھی شمعِ غارِحرا بن کے آئے

کبھی محفلِ ابتدا کو سجایا
کبھی نقطۂ انتہا بن کے آئے

وہ مکہ کی سختی وہ طائف کا منظر
محمدؐ خدا کی رضا بن کے آئے

امیروں کو رازِ اخوت بتایا
غریبوں کے حاجت روا بن کے آئے

کہیں عفو و رحمت کے جلوے دکھائے
کہیں وہ نبرد آزما بن کے آئے

نجاشی بھی خادم ابو ذر بھی خادم
وہ سلطانِ شاہ و گدا بن کے آئے

کبھی دشت میں بکریوں کو چرایا
کبھی دہر کے پیشوا بن کے آئے

زمانہ کی سوکھی ہوئی کھیتیوں پر
گھٹا بن کے برسے ہوا بن کے آئے

انھی کی محبت ہے ایمان ماہؔر
جو کونین کا مدعا بن کے آئے

نعت کے پہلے پانچ اشعار زبانی یاد کیجیے۔

حاصلِ کلام

شاعر ماہؔر القادری اس نعت میں کہتے ہیں کہ سارے انبیاء اپنی قوموں کے لئے رہبر اور امام بن کر آئے۔ مگر محمد مصطفیٰ ﷺ یعنی خاص خدا کے برگزیدہ بن کے آئے۔ آپؐ نے کبھی عرش کے کنگروں کو سنوارا اور کبھی غارِ حرا کی رونق بنے رہے لیکن آپؐ کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی۔ آپؐ خاتم الانبیاء بن کر آئے۔

مکہ میں اور طائف میں رسول اللہ ﷺ کو ستایا گیا لیکن آپؐ نے ہر جگہ خدا کی خوشنودی کو مدنظر رکھا۔ آپ ﷺ نے عفو و رحمت کے عمدہ نمونے بھی ظاہر فرمائے اور باطل کے خلاف ڈٹ کر مقابلہ میں صبر و ہمت کا بے مثال نمونہ بھی پیش فرمایا۔ آپ ﷺ کے صحابہ میں وقت کے بادشاہ نجاشیؓ بھی تھے اور ابو ذرؓ جیسے فقیر صفت انسان بھی، گویا آپؐ بادشاہوں اور فقیروں سب کے سلطان تھے۔

آپؐ نے ایک زمانہ میں بکریوں کو بھی چرایا۔ اور آگے چل کر آپؐ زمانے کے امام بن گئے۔ انسانیت کی خشک کھیتی پر محنت کر کے آپؐ نے اسے گل و گلزار بنا دیا۔ گویا کہ آپؐ اس کے حق میں سرسبزی لانے والے بادل اور ہوا تھے۔ آخر میں شاعر کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ جو دونوں جہاں کا مقصد بن کے آئے۔ ان کی محبت ہی اصل ایمان ہے۔

I الفاظ کے معانی اور اشارے:

پیشوا	:	رہنما، امام	نبی	:	رسول، پیغمبر
مصطفےٰ	:	انتخاب کیا ہوا، حضرت محمدؐ کا لقب	کنگروں	:	عالیشان عمارتوں کے طاقچے
شمع	:	موم کی بتی۔ روشن کرنے والا	رضا	:	خوشنودی، مرضی
نقطۂ انتہا	:	آخری درجہ۔ انتہائی مرکز	مدعا	:	مقصد، طلب
رازِ اخوت	:	بھائی چارگی کے بھید	حاجت روا	:	ضرورت پوری کرنے والا
عفوو رحمت	:	معافی اور مہربانی	دشت	:	جنگل
نبرد آزما	:	جنگ کرنے والا۔ مقابلہ کرنے والا	دہر	:	زمانہ
سلطان شاہ و گدا	:	بادشاہ اور فقیر کے سلطان	گھٹا	:	بادل
کونین	:	دونوں جہاں۔ دنیا اور آخرت			

II۔ واحد جمع اپنی کاپی میں لکھیے۔

نبی	+	انبیاء	محفل	+	محفلیں
منظر	+	مناظر	امیر	+	امراء
غریب	+	غرباء	حاجت	+	حاجتیں
جلوہ	+	جلوے	خادم	+	خدام
سلطان	+	سلاطین	کھیتی	+	کھیتیاں
گھٹا	+	گھٹائیں	ہوا	+	ہوائیں

III۔ اضداد اپنی کاپی میں لکھیے۔

سنوارنا	×	بگاڑنا	ابتدا	×	انتہا
سختی	×	نرمی	امیر	×	غریب
خادم	×	مخدوم	شاہ	×	گدا
محبت	×	نفرت	ایمان	×	کفر
عرش	×	فرش			

IV۔ بحوالۂ متن تشریح کیجئے:

(الف) امیروں کو رازِ اخوت بتایا — غریبوں کے حاجت روا بن کے آئے

(ب) کہیں عفو ورحمت کے جلوے دکھائے — کہیں وہ نبرد آزما بن کے آئے

(ج) انھی کی محبت ہے ایمان ماؔہر — جو کونین کا مدعا بن کے آئے

V۔ مصرعوں کا صحیح جوڑ لگایئے

نبی دوسرے پیشوا بن کے آئے	گھٹا بن کے برسے ہوا بن کے آئے
کبھی عرش کے کنگروں کو سنوارا	محمدؐ خدا کی رضا بن کے آئے
وہ مکہ کی سختی وہ طائف کا منظر	کبھی شمعِ غارِ حرا بن کے آئے
زمانہ کی سوکھی ہوئی کھیتیوں پر	محمدؐ مگر مصطفٰے بن کے آئے

VI۔ درجِ ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھئے:

(1) سارے انبیاء کیا بن کے آئے؟

(2) حضرت محمد ﷺ کا لقب کیا ہے؟

(3) غارِ حرا کی شمع کون تھے؟

(4) رسول اللہ ﷺ نے امیروں کو کیا سکھایا اور آپؐ غریبوں کے کیا بن کے آئے؟

(5) آپؐ پر ایمان لانے والے بادشاہ کا نام لکھئے؟

(6) اس نعت میں مذکور مشہور صحابیِ رسول کا نام لکھئے؟

(7) زمانہ کی سوکھی ہوئی کھیتی سے کیا مراد ہے؟

(8) شاعر ماہر القادریؔ ایمان کے لئے کیا چیز ضروری قرار دیتے ہیں؟

لسانی سرگرمی:

(الف) اپنی پسندیدہ کوئی نعت اپنی کاپی میں لکھئے۔

(ب) اس نعت کو ترنم سے پڑھئے اور اس میں موجود مشکل الفاظ کی تشریح اپنی کاپی میں لکھئے۔

اکائی 4
حصّۂ نثر

سورج گرہن اور چاند گرہن ۔ کب اور کیوں

سید مسعود احمد ترپاتوری

سیکھنے کے مقاصد

- سورج اور چاند گرہن کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنا۔
- سورج گرہن کی صورتوں سے واقفیت حاصل کرنا۔
- سورج یا چاند گرہن کے متعلق غلط توہمات سے خود بھی بچنا اور دوسروں کو بھی بچانا۔

سورج گرہن کو قدیم و جدید مذاہب میں خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی سمجھا جاتا ہے،بعض مذاہب میں اسے منحوس بھی سمجھا جاتا ہے اور بعض کے نزدیک سورج کا گرہن لگنا، اللہ کی بندوں سے ناراضی کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ پہلے زمانے میں جب سائنس نے ترقی نہیں کی تھی اس وقت چینیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ایک بڑا اژدہا سورج کو نگل لیتا ہے اس لئے وہ اژدہے کو بھگانے کے لئے ڈھول اور باجے زور زور سے بجاتے تھے اور سورج کو نشانہ بنا کر تیر چلاتے تھے، انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ زمین سے سورج کا فاصلہ 9 کروڑ میل سے بھی زیادہ ہے۔ جب سورج گرہن ختم ہوتا تو وہ سمجھتے تھے کہ اژدہے نے ڈر کر سورج کو پھر سے اگل دیا ہے۔اس طرح وہ اسے اپنی کامیابی سمجھتے اور پھر اس کی خوشی مناتے تھے۔

اسلام میں سورج گرہن کے حوالے سے یہ بتایا گیا ہے کہ سورج اور چاند اللہ کے متعین کردہ راستے پر چل رہے ہیں اور گردش میں ہیں۔ سائنسی تحقیقات کے ذریعہ بھی اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سورج اور چاند زمین کے گرد اپنے اپنے مدار میں چکر کاٹ رہے ہیں۔

سورج گرہن کب ہوتا ہے؟

زمین پر سورج گرہن اس وقت ہوتا ہے جب سورج چاند جو خود گھومتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف گردش کرتے ہیں ایک ہی سیدھ میں بالکل ایک دوسرے کے مقابل آجائیں ۔ ایک سال میں کم سے کم دو گرہن اور زیادہ سے زیادہ سات گرہن ہوتے ہیں۔

ایک سائنسی تحقیق:

کہا جاتا ہے کہ چاند کی زمین سے جتنی مسافت ہے اس سے 400 گنا زیادہ مسافت سورج اور چاند کے درمیان ہے۔اس لئے زمین سے سورج واضح طور پر نہیں دیکھا جاتا اور یہ بھی ضروری نہیں کہ سورج گرہن کو پوری دنیا میں دیکھا جا سکے۔

سائنس دان سورج گرہن کا مشاہدہ کرنے کے لئے دوردراز علاقوں سے سفر طے کرکے گرہن زدہ خطے میں چلے آتے ہیں کیونکہ مکمل سورج گرہن ایک علاقہ میں تقریباً 370 سال بعد دوبارہ آسکتا ہے اور مکمل گرہن زیادہ سے زیادہ سات منٹ چالیس سکنڈ تک برقرار رہتا ہے۔ البتہ جزوی طور پر سورج گرہن سال میں ایک سے زیادہ بار ہوسکتا ہے۔

اب آیئے یہ جاننے کی کوشش کریں کہ سورج گرہن کی کتنی صورتیں ہوسکتی ہیں۔

مکمل سورج گرہن:

مکمل سورج گرہن اس وقت لگتا ہے جب چاند کا فاصلہ زمین سے اتنا کم ہو کہ جب وہ سورج کے سامنے آئے تو سورج مکمل طور پر چھپ جائے چونکہ چانداور زمین کے مدار بیضوی (انڈے کی شکل کے) ہیں۔ اس لئے چاند کا زمین سے فاصلہ بدلتا رہتا ہے اور ہر دفعہ مکمل سورج گرہن نہیں لگتا۔

مکمل سورج گرہن کے وقت چاند کا فاصلہ زمین سے نسبتاً کم ہوتا ہے، سورج کے مکمل چھپ جانے کی وجہ سے خطے میں نیم اندھیرا ہو جاتا ہے اور دن کے وقت ستارے نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں

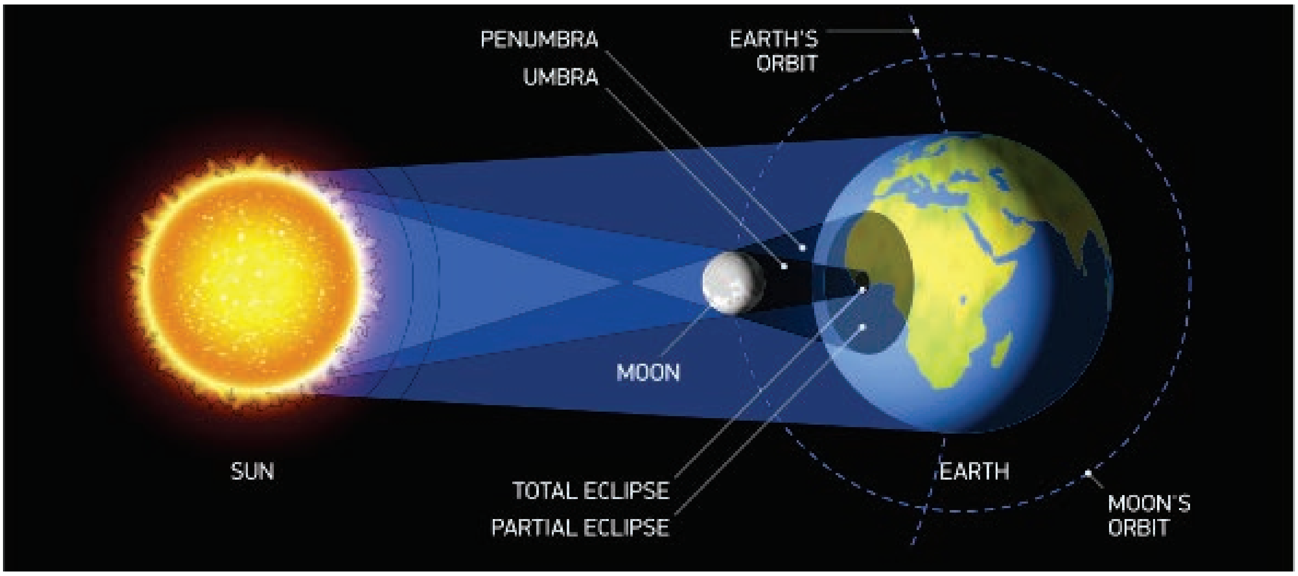

حلقی سورج گرہن: (Annular Solar Eclipse)

زمین پر حلقی سورج گرہن اس وقت لگتا ہے جب چاند سورج اور زمین کے درمیان آجائے مگر اس کا فاصلہ زمین سے نسبتاً زیادہ ہو، ایسی صورت میں وہ سورج کو مکمل طور پر چھپا نہیں سکتا۔ اس وقت اگر چاند سورج کے بالکل درمیان میں آجائے تو اس کا سایہ زمین پر پڑے گا اور ہمیں سورج کا وہ حصہ نظر آئے گا جسے چاند چھپا نہیں سکتا اور اس کی شکل ایک حلقہ کی طرح ہوگی۔ یوں سمجھیے کہ روشنی کا ایک حلقہ نظر آئے گا جو بعض اوقات باریک ہوگا اور بعض اوقات موٹا۔

عام طور پر جولائی کے مہینہ میں زمین سورج کے گرد اپنے بیضوی مدار کی نسبت سے دور ہوتی ہے تو سورج کی جسامت زمین پر کم نظر آتی ہے، چنانچہ اس وقت مکمل سورج گرہن کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جنوری کے مہینہ میں زمین اپنے مدار میں سورج کے قریب

ترین فاصلہ پر ہوتی ہے تو سورج نسبتاً بڑا نظر آتا ہے اور چاند کے لئے اسے مکمل طور پر چھپانا مشکل ہوتا ہے، اس وقت حلقی سورج گرہن کا امکان زیادہ ہو جاتا ہے۔

مخلوط سورج گرہن: (Hybrid Solar Eclipse)

دنیا کے بعض حصوں میں مکمل سورج گرہن نظر آتا ہے اور بعض حصوں میں حلقی، اسے مخلوط سورج گرہن کہتے ہیں جو مرکزی سورج گرہن کی ایک قسم ہے۔ اس صورت میں حلقی سورج گرہن کا حلقہ بہت باریک ہوتا ہے اس لئے زمین پر مخلوط قسم کے سورج گرہن بہت کم نظر آتے ہیں۔

جزوی سورج گرہن:

جزوی سورج گرہن اس وقت ہوتا ہے جب چاند اور سورج ایک دوسرے کے سامنے نہ ہوں اور چاند جزوی طور پر سورج کو زمین سے چھپا رہا ہو۔

سورج گرہن کب ہوتا ہے؟

کسی بھی چاند اور سورج گرہن میں 13.9 سے 15.6 دن کا فرق ہوتا ہے۔ اسلامی مہینے کی تاریخ کے حساب سے چاند کو گرہن 13، 14، 15 کو جب کہ سورج گرہن 28 یا 29 تاریخ کو ہوتا ہے۔ اب تک کا سب سے لمبا سورج گرہن 1999ء میں یورپ میں دیکھا گیا اور یہ تاریخ میں اب تک کا سب سے دیر تک نظر آنے والا سورج گرہن تھا۔

سورج گرہن کے اثرات:

بہت سارے پودے مکمل سورج گرہن کے دوران سمٹنے لگتے ہیں۔ گل بنفشہ جو کہ رات کو ہی خوشبو دیتا ہے سورج گرہن کے دوران رات ہی کی طرح دن کے وقت بھی خوشبو دینے لگتا ہے۔ جانوروں پر بھی اسی طرح کا ردعمل ہوتا ہے پرندے اس دوران الجھن میں پڑ جاتے ہیں اور اپنا گانا بند کر دیتے ہیں۔ چمگادڑ، الو، کیڑے مکوڑے، رات کو جاگنے والے دیگر پرندے شکار کرنے کے لئے گھونسلوں سے باہر آجاتے ہیں اور جانور اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ جہاں وہ ہر رات کو آرام کیا کرتے ہیں۔ کبوتر بھی اپنے آشیانوں میں چلے جاتے ہیں اور گرہن ختم ہوتے ہی باہر آجاتے ہیں۔ مرغ تو مکمل گرہن کے اختتام پر شاید بانگ بھی دے دیتے ہیں مگر چیونٹیاں اپنا کام جاری رکھتی ہیں۔ بھوکے کتے تو اس دوران کھانا کھانا ہی بند کر دیتے ہیں اور سورج کے پھر سے ظاہر ہونے پر دوبارہ کھانا کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ گھوڑے، خچر اور بیل اپنی جگہ سے ہلتے بھی نہیں ہیں بلکہ جہاں وہ اس وقت ہوں وہیں بیٹھ جاتے ہیں۔

چاند گرہن

زمین کا وہ سایہ جو گردش کے دوران زمین کے چاند اور سورج کے درمیان آ جانے سے چاند کی سطح پر پڑتا ہے اور چاند تاریک نظر آنے لگتا ہے، اسے چاند گرہن کہتے ہیں۔

چاند گرہن کبھی جزوی ہوتا ہے اور کبھی پورا کیونکہ یہ اس کی گردش پر منحصر ہوتا ہے، چونکہ زمین اور چاند دونوں سورج سے روشنی حاصل کرتے ہیں اس لئے زمین سورج کے گرد اپنے مقررہ مدار پر چکر لگاتی ہے اور چاند زمین کے گرد اپنے مدار پر گھومتا ہے۔ چاند اور زمین کا سایہ سورج کے درمیان سال میں دو بار آتا ہے اور اس کا سایہ ایک دوسرے پر پڑتا ہے، چاند پر جب سایہ پڑتا ہے تو چاند گرہن اور سورج پر جب پڑتا ہے تو زمین پر سورج گرہن دکھائی دیتا ہے۔

سورج یا چاند گرہن کے متعلق بعض غلط توہمات:

اکثر یہ بات کہی جاتی ہے کہ حاملہ عورت کو چاہئے کہ وہ سورج یا چاند گرہن کے وقت لوہے کی کسی بھی تیز چیز جیسے قینچی، چھری (چاقو) وغیرہ کا استعمال نہ کرے ورنہ پیدا ہونے والا بچہ معذور ہوسکتا ہے۔ اس بات میں بالکل حقیقت نہیں ہے لیکن اس چیز کو غلط ثابت کرنے کے لئے کبھی کسی عام انسان نے تجربہ بھی نہیں کیا کیونکہ ہر کسی کو اپنے بچے پیارے ہوتے ہیں لیکن سائنسدانوں نے یہ سب تجربات جانوروں سے لے کر انسانوں تک کئے ہوئے ہیں۔

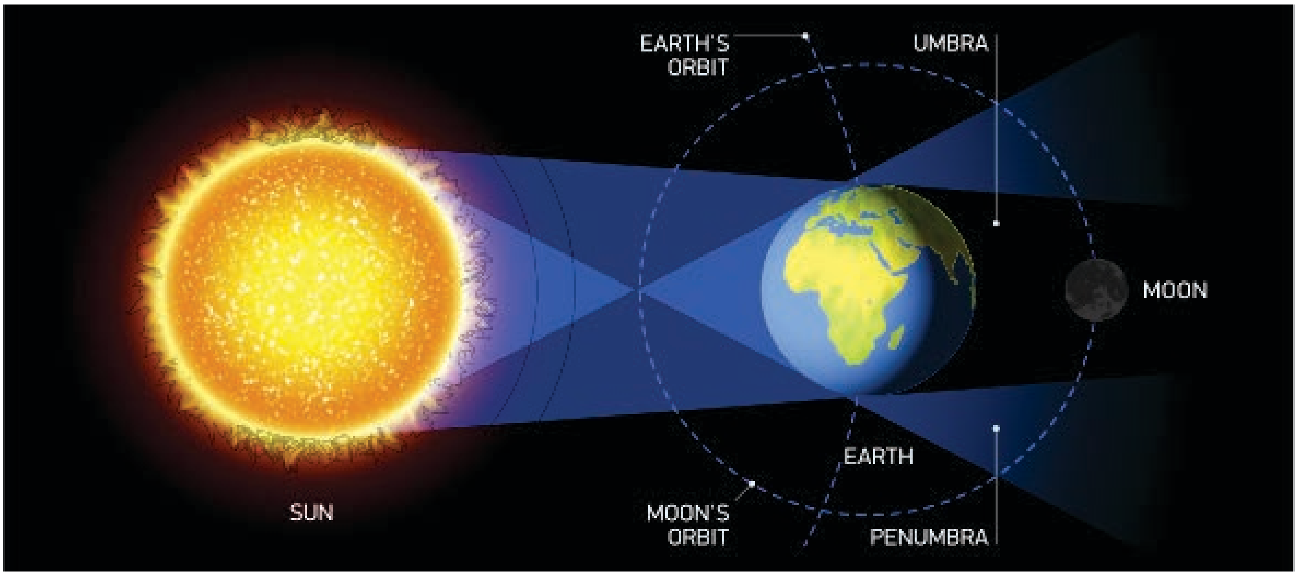

بچہ کا معذور پیدا ہونا صرف ایک اتفاق یا کسی بیماری کا نتیجہ ہوسکتا ہے لیکن ایک فلکیاتی عمل کا انسانی زندگی سے کسی قسم کا کوئی تعلق کبھی نہیں ہوسکتا۔

اسلام میں ان توہمات کی کوئی حقیقت نہیں۔ چاند گرہن اور سورج گرہن اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ہیں۔ ان کو کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ اس وقت دو رکعت نماز پڑھنے اور دعا کے اہتمام کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

سورج گرہن کے وران رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت لمبی نماز پڑھائی۔ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار طلب کرنے کو کہا یہاں تک کہ سورج گرہن مکمل طور پر ختم ہو گیا۔ رسول اللہؐ کے صاحب زادے حضرت ابراہیمؓ جو حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے، اس دن بھی سورج گرہن کا واقعہ پیش آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ سورج اور چاند گرہن اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، یہ کسی کی موت یا مصیبت کی وجہ سے نہیں آتے۔ چاند گرہن کے وقت بھی دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے۔

I الفاظ کے معانی اور اشارے :

قدیم	: پرانا	جدید	: نیا
منحوس	: برا نا مبارک	علامت	: نشانی
مسافت	: فاصلہ	مشاہدہ کرنا	: دیکھنا۔ غور و فکر کرنا
خطہ	: علاقہ	دفعہ	: وقت
مخلوط	: ملا ہوا	جزوی	: کچھ حصہ
گرد	: اطراف	توہمات	: غلط عقیدہ۔ غلط تصور
حیات	: موت کی ضد یعنی زندگی		

II واحد جمع لکھیے :

نشانی	+ نشانیاں	علامت	+ علامتیں
خطہ	+ خطے	صورت	+ صورتیں
فاصلہ	+ فاصلے	حلقہ	+ حلقے
توہم	+ توہمات	زندگی	+ زندگیاں

III اضداد لکھ کر یاد کیجیے :

قدیم	× جدید	راضی	× ناراض
مکمل	× ناقص	کم	× زیادہ
اندھیرا	× اجالا	دور	× نزدیک
معذور	× صحیح سالم	موت	× حیات
عام	× خاص		

IV مناسب جوڑ لگائیے:

سورج گرہن اس وقت لگتا ہے	-	صرف ایک اتفاق یا کسی بیماری کا نتیجہ ہوسکتا ہے
سورج اور چاند کے درمیان کا فاصلہ	-	13.9 سے 15.9 دن تک
مکمل سورج گرہن ایک علاقہ میں	-	چاند اور زمین کی مسافت سے 40 گنا زیادہ
چاند اور سورج گرہن میں فرق	-	تقریباً 370 سال بعد دوبارہ آ سکتا ہے
معذور بچہ کا پیدا ہونا	-	جب چاند گردش کے دوران سورج اور زمین کے درمیان آ جائے

V مناسب ترین جواب منتخب کیجئے:

(1) سورج گرہن کو قدیم وجدید.....................میں خدا کی ایک نشانی سمجھا جاتا ہے

(الف) مذاہب (ب) مدارج (ج) مسالک

(2) چاند کا زمین سے جتنی مسافت کا راستہ ہے اس سے..................گنا راستہ سورج اور چاند کے درمیان کا ہے

(الف) 200 (ب) 300 (ج) 400

(3) سورج گرہن زیادہ سے زیادہ سات منٹ ....تک برقرار رہتا ہے۔

(الف) چالیس سیکنڈ (ب) تیس سیکنڈ (ج) بیس سیکنڈ

(4) چاند اور زمین کا سایہ سورج کے درمیان سال میں.................آتا ہے۔

(الف) ایک بار (ب) دوبار (ج) تین بار

(5) سورج اور چاند گرہن کے وقت دو رکعت نماز اور ....کی تلقین کی گئی ہے۔

(الف) سجدہ (ب) دعا (ج) تسبیح

VI مختصر جوابات لکھ کر یاد کیجئے:

(1) سورج گرہن کب لگتا ہے؟

(2) چاند گرہن کسے کہتے ہیں؟

(3) اسلام میں سورج گرہن کے حوالے سے کیا بتایا گیا؟

(4) سورج گرہن زیادہ سے زیادہ کتنے منٹ اور سکنڈ تک برقرار رہتا ہے؟

(5) جزوی سورج گرہن کسے کہتے ہیں؟

VII تفصیلی جوابات لکھئے:

(1) سورج گرہن کی کتنی صورتیں ہیں لکھئے؟

(3) چاند گرہن سے متعلق آپ کیا جانتے ہیں، اپنے الفاظ میں تفصیل سے لکھئے۔

اکائی 4

حصّۂ غزل

غزل

حسن فیاض

شاعر کا تعارف

میر حسن علی نام، قلمی نام حسن فیاض، والد کا نام میر علی فیاض، تعلیم ایم۔اے۔ انگریزی محکمۂ ڈاک میں ملازم ہوئے اور پوسٹ ماسٹر کی حیثیت سے 1999ء میں سبکدوش ہوئے۔ اردو کے اچھے افسانے نگار، نقاد اور شاعر ہیں۔ ''مدح ساقی کوثر'' کے نام سے کلام شائع ہو چکا ہے۔

وہ جدھر سے بھی گزر گئے
راستے سجے سنور گئے

ہنس کے دل میں زخم کر گئے
ہنس کے پھر وہ زخم بھر گئے

آدمیت ان میں تھی کہاں
آدمی تھے ہم جدھر گئے

بانٹتے تھے جو مروتیں
لوگ جانے وہ کدھر گئے

بیچ ڈالا خود کو ہم نے جب
خود نگاہ سے اتر گئے

کتنے دوست کتنے اچھے دوست
یاد سے مری اتر گئے

مجھ سے جو فلک تلک گئے
میرے بال و پر کتر گئے

حاصل کلام

شاعر حسن فیاضؔ اپنی اس غزل میں کہتے ہیں کہ محبوب جس جگہ سے گذرتا ہے وہاں کا راستہ بھی روشن ہو جاتا ہے، محبوب کی ایک ہنسی دل کو زخمی کر دیتی ہے لیکن بات یہ ہے کہ دل کا زخم انہیں کے ہنسی سے بھرتا بھی ہے یعنی اچھا بھی ہوتا ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ ہم جہاں بھی جاتے ہیں انسانوں کا ایک ہجوم ہی نظر آتا ہے مگر کسی کے اندر بھی آدمیت نظر نہیں آتی۔ بس نام کے آدمی ہر جگہ نظر آتے ہیں۔ محبت و مروت والے لوگ پتہ نہیں کدھر چلے گئے۔

ہم حرص و طمع اور لالچ کے سبب جب اپنے آپ کو فروخت کر گئے تو اسی وقت ہم خود اپنی نگاہوں سے گر گئے۔ میرے دوست بے شمار ہیں اور بہت اچھے ہیں مگر ان کی بعض نامناسب حرکتوں کی وجہ سے میرے حافظے نے انہیں بھلا دیا۔

شاعر اپنے آخری شعر میں بڑے افسوس کے ساتھ کہتا ہے کہ میری وجہ سے میرے جن دوست و احباب نے بلندی و ترقی کی راہیں طئے کیں۔ اب وہی میری ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

I الفاظ کے معانی اور اشارے:

آدمیت	انسانیت	مروتیں	کشادہ دلی
بانٹنا	تقسیم کر دینا	فلک	آسمان
تلک	تک	نگاہ سے اترنا (محاورہ)	بے عزت ہونا
بال و پر کترنا (محاورہ)	بے اختیار کرنا		

II واحد جمع لکھیے:

راستہ	راستے	زخم	زخموں
یاد	یادیں	مروت	مروتیں
فلک	افلاک	نگاہ	نگاہیں

III اضداد لکھیے:

اِدھر	اُدھر	سنوارنا	اجاڑنا
آدمیت	حیوانیت	دوست	دشمن
فلک	زمین	اچھے	برے

IV جوڑ لگائیے:

وہ جدھر سے	-	جو مروتیں
ہنس کے پھر	-	بھی گذر گئے
بانٹتے تھے	-	اتر گئے
بیچ ڈالا خود کو	-	وہ زخم بھر گئے
یاد سے مری	-	ہم نے جب

V مصرعوں کو مکمل کیجیے:

(1) راستے ....سنور گئے

(2) .... ان میں تھی کہاں

(3) لوگ جانے ....گئے

(4) خود نگاہ سے ....

(5) میرے .... کتر گئے

VI ذیل کے سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

(1) کس کے گذرنے سے راستے سنور گئے؟

(2) محبوب کے ہنسنے سے کیا ہوا؟

(3) شاعر حسن فیاض نے آدمیوں میں کیا نہیں دیکھا؟

(4) خود کو بیچنے کے بعد شاعر نے کیا محسوس کیا؟

(5) ’’ مجھ سے جو فلک تلک گئے میرے بال و پر کتر گئے‘‘ اس شعر کی تشریح کیجیے

کیا تم جانتے ہو؟

زیتون کا شمار ان پھلوں میں ہوتا ہے، جو اپنے اندر بے فوائد و خصوصیات رکھتے ہیں۔ زیتون کے تیل میں میگنیشیم، کلورین، کیلشیم، سوڈیم، آئرن، پوٹاشیم، کوبالٹ، وٹامن سی اور ڈی کے اجزاء پائے جاتے ہیں۔ زیتون کا تیل غذائیت سے بھر پور ہوتا ہے۔ زیتون کا تیل دنیا کی تمام روغنیات سے زیادہ وٹامن، معدنیات اور نمکیات سے بھر پور ہوتا ہے۔ زیتون کا تیل بطورِ روغن کھانوں اور پکوانوں میں استعمال کرنے سے انسانی جسم کی قدرتی اور فطری حرارت بحال و برقرار رکھتی ہے۔ انسانی جسم کے بیشتر عضلات، ہڈیاں، غدود، خلیے اور جلد روغن زیتون کے استعمال سے نشو ونما پاتے ہیں اور ان کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ روغن زیتون کی جسم پر مالش کرنے سے تمام بدن میں چستی پیدا ہوتی ہے۔ جوڑوں کے درد اور سوجن کو دور کرنے کے لئے بھی زیتون کے تیل کی مالش کرنا مفید ہے۔ سر میں زیتون کا تیل لگانے سے بال مضبوط ہوتے ہیں اور حافظہ کی کمزوری دور ہوتی ہے۔

اکائی 4

سرسری مطالعہ

ہوشیار کسان

تلخیص: اے۔محمد عارف

سیکھنے کے مقاصد

- محنت ومشقت پر بچوں کو ابھارنا۔
- راز کو کسی کے سامنے نہ اگلنا۔
- موقع ومحل کے مطابق جواب دینا۔

پرانے زمانے میں بھارت میں ایک راجا راج کرتا تھا، یہ راجا بہت رحم دل تھا، اس کے راج میں سب خوش تھے، راجا اپنی پرجا کی حالت دیکھنے کے لئے کبھی کبھی محل سے باہر نکلا کرتا تھا، سب لوگ راجا کی عزت کرتے تھے۔ ایک دن راجا گھومنے گیا۔ راستے میں ایک کسان دکھائی دیا۔ کسان اپنے کھیت پر کام کر رہا تھا۔ راجا اس کے کھیت پر گیا۔ اس کھیت میں کسان نے گیہوں بور کھے تھے۔ کھیت بہت ہرا بھرا تھا، راجا دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس نے کسان سے جا کر پوچھا تم اس کھیت سے کتنا کما لیتے ہو۔

کسان نے جواب دیا ''حضور، یہ سمجھ لیجئے کہ ایک روپیہ روز کے حساب سے پڑ جاتا ہے''۔

''اچھا ایک روپیہ روز، '' تو تم اس روز کے ایک روپیہ کا کیا کرتے ہو؟ راجا نے لوچھا۔

''جی اس ایک روپیہ میں روزانہ چار آنے کا کھا جاتا ہوں، چار آنے کا قرض اتارتا ہوں، اور چار آنے قرض دیتا ہوں۔ اب باقی چار آنے تو انہیں کنویں میں پھینک دیتا ہوں''۔

راجا کسان کی بات سن کر حیران ہو گیا، اس نے پوچھا ''میں تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھا، مجھے اس کا مطلب بتاؤ۔''

'' کسان نے ہاتھ جوڑ کر کہا'' حضور اس کا مطلب یہ ہے کہ چار آنے جو کھاتا ہوں وہ تو میرے اوپر اور میری بیوی پر خرچ ہو جاتے ہیں۔ چار آنے کا جو قرض میں اتارتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ چار آنے میں میں اپنے ماں باپ پر خرچ کرتا ہوں۔ انہوں نے مجھے پالنے پوسنے پر جو خرچ کیا تھا اس قرض کو اتارتا ہوں۔ چار آنے جو قرض دیتا ہوں وہ اپنے بچوں پر خرچ کرتا ہوں تا کہ جب میں بوڑھا ہو جاؤں تو وہ میری خدمت کر سکیں۔ چار آنے جو کنویں میں پھینکتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اتنا خیرات کرتا ہوں۔

راجا یہ جواب سن کر بہت خوش ہوا، اس نے کسان کو انعام دیا اور کہا ''جب تک میرا منہ سو بار نہ دیکھو، اس بات کو کسی کو نہ بتانا۔

کسان نے وعدہ کرلیا اور راجا اپنے محل واپس لوٹ گیا۔''

اگلے دن یہ بات درباریوں کو بتائی اور اس نے سب سے اس کا مطلب پوچھا۔مگر کوئی بھی اس کا مطلب نہ بتا سکا۔ وزیر بہت ہوشیار تھا،اس نے راجا سے کہا ''سرکار کل میں اس کا مطلب آپ کو بتا دوں گا ''۔

وزیر اسی دن اس کسان کے پاس گیا۔اور اس سے اس کی بات کا مطلب پوچھا۔کسان نے کہا ''راجا نے مجھے منع کیا ہے۔ میں جب تک سو بار اس کا منہ نہ دیکھوں میں اس کا مطلب بیان نہیں کر سکتا۔''

وزیر نے کہا'' کوئی ترکیب بتاؤ، میں راجا سے وعدہ کر چکا ہوں کہ کل انہیں اس کا مطلب بتاؤں گا۔

کسان کچھ دیر تک تو سوچتا رہا اور پھر اس نے کہا ایک ترکیب ہے،تم مجھے سو اشرفیاں دے دو، میں تمہیں بتا دوں گا۔ وزیر اسی وقت تیار ہوگیا۔اس نے سو اشرفیاں اسی وقت کسان کو دے دیں۔کسان بہت خوش ہوا اور اس نے وزیر کو سب کچھ بتا دیا۔اگلے دن راجا نے وزیر سے کسان کی بات کا سب مطلب پوچھا۔تو وزیر نے کسان کی بات کا ٹھیک ٹھیک مطلب بتا دیا۔

راجا کو کسان پر بہت غصہ آیا اور اس نے فوراً سپاہی بھیج کر کسان کو بلوایا۔کسان دربار میں آیا تو راجا نے کہا''تم نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ کسی کو اپنی بات کا مطلب نہیں بتاؤ گے لیکن تم نے وزیر کو سب کچھ بتا دیا۔تم نے وعدہ خلافی کیوں کی؟

کسان نے کہا سرکار آپ سے وعدہ کیا تھا کہ جب تک میں آپ کا منہ سو مرتبہ نہ دیکھ لوں، یہ راز کسی کو نہیں بتاؤں گا۔

''ہاں ٹھیک ہے،تم نے ایک مرتبہ بھی میرا منہ نہیں دیکھا؟ نہیں سرکار، میرے پاس سو اشرفیاں ہیں،اس پر آپ کی تصویر بنی ہے۔ میں نے سو اشرفیوں کو دیکھ کر ہی یہ بات بتائی ہے۔

راجا کسان کی عقل مندی پر بہت خوش ہوا۔اور اس نے اسے سو اشرفیاں اور انعام میں دیں۔

کسان خوش خوش راجا کو دعائیں دیتا ہوا اپنے گھر چلا گیا۔

I الفاظ کے معانی اور اشارے:

راج : حکومت		پرجا : عوام،رعایا	
خیرات : ثواب کی نیت سے کچھ دینا		قرض : ادھار	
راز : بھید		وعدہ خلافی : وعدہ سے پھر جانا	
دربار : شاہی عدالت		اشرفی : سونے کا سکہ	

II اضداد لکھئے:

رحم دل × سخت دل	بوڑھا × جوان
عزت × ذلت	ہوشیار × غبی

III خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے بھرتی کیجئے:

(ایک روپیہ ، وزیر ، راج ، کھیت ، دعا ، اشرفیاں)

(1) پرانے زمانے میں ایک راجا ....کرتا تھا۔

(2) کسان اپنے .... پر کام کر رہا تھا۔

(3) ....روز کے حساب سے پڑ جاتا ہے۔

(4) .... اسی دن کسان کے پاس گیا۔

(5) مجھے سو ....دو، میں تمھیں یہ بات بتادوں گا۔

(6) کسان خوش خوش راجا کو ....دیتا ہوا اپنے گھر چلا گیا۔

IV صحیح جملہ پر صحیح ،غلط جملہ پر غلط کا نشان لگایئے:

(1) راجا بہت رحم دل تھا ۔ ( )

(2) کسان نے کھیت میں چاول بو رکھے تھے۔ ( )

(3) کسان روزانہ پانچ روپئے کماتا تھا۔ ( )

(4) وزیر نے کہا سرکار کل میں اس کا مطلب آپ کو بتاؤں گا۔ ( )

(5) وزیر نے کسان کو ہزار اشرفیاں دیں۔ ( )

V سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

(1) راجا محل سے باہر کیوں نکلتا تھا؟

(2) راجا نے کسان سے کیا سوال کیا؟

(3) کسان ایک روپیہ کس طرح خرچ کرتا تھا؟

(4) چار آنے کنویں میں پھینکنے کا مطلب کسان نے کیا بتایا؟

(5) راجا کو کسان پر کیوں غصہ آیا؟

(6) کسان نے راجا سے کیا وعدہ کیا تھا؟

(7) کسان نے اپنا وعدہ کس طرح نبھایا؟

VI نیچے دیئے گئے لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجئے:

ہرا بھرا	قرض	خرچ	خدمت
ترکیب	غصہ	وعدہ خلافی	

بناوٹ کے لحاظ سے اسم کی تین قسمیں

آپ نے پچھلے اسباق میں اسم اور اس کی قسموں کے متعلق تفصیل سے پڑھا ہے۔
آیئے اب ہم بناوٹ کے لحاظ سے اس کی قسموں کا جائزہ لیں گے۔

(1) ان مثالوں پر غور کریں: کھانا۔ پینا۔ سونا۔ پڑھنا۔ لکھنا۔ ان الفاظ کے آخر میں ''نا'' آیا ہوا ہے جسے ''**علامتِ مصدر**'' (مصدر کی پہچان) کہتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ الفاظ خود تو کسی سے نہیں نکلے ہیں بلکہ اس سے دوسرے الفاظ نکلتے ہیں اور وضاحت سے سمجھنے کے لئے نیچے دئے گئے جدول پر غور کریں۔

پڑھنا	پڑھنا سے بنائے گئے الفاظ	پڑھو	پڑھی	پڑھے	پڑھتے	پڑھتی
لکھنا	لکھنا سے بنائے گئے الفاظ	لکھو	لکھی	لکھے	لکھ	لکھتی
کھانا	کھانا سے بنائے گئے الفاظ	کھاؤ	کھائے	کھائی	کھاتے	کھا

مصدر کی تعریف:

مصدر وہ اسم ہے جو خود کسی سے نہ نکلا ہو بلکہ اس سے دوسرے الفاظ نکلے ہوں۔

(2) گائے اونٹ میز کاپی دوات

ان مثالوں پر گہری نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی اسم سے نہ تو نکلتے ہیں اور نہ ہی ان سے کوئی دوسرے الفاظ بنائے جا سکتے ہیں۔ اسی کو قواعد کی زبان میں جامد کہتے ہیں۔ آپ جامد کی تعریف یوں کر سکتے ہیں۔

جامد کی تعریف:

جامد وہ اسم ہے جو نہ کسی لفظ سے نکلا ہو اور نہ اس سے کوئی اور لفظ نکلے۔

(3) لکھنا سے لکھائی لکھا ہوا
کھانا سے کھانے والا کھایا ہوا
جاگنا سے جاگنے والا جاگا ہوا

آپ کوتو معلوم ہوگا کہ لکھنا، کھانا، جاگنا یہ سب مصدر کہلاتے ہیں اور اس سے بنائے گئے الفاظ لکھائی، لکھا ہوا، کھانے والا، کھایا ہوا، جاگنے والا، جاگا ہوا وغیرہ ہیں۔ اسی کو اصطلاح میں مشتق کہتے ہیں۔

مشتق کی تعریف: مشتق وہ اسم ہے جو مصدر سے بنا ہو۔

مشق :

(1) بناوٹ کے لحاظ سے اسم کی کتنی قسمیں ہیں بتائیے؟

(2) مصدر کی تعریف کیجئے اور مثالیں لکھئے؟

(3) علامتِ مصدر کسے کہتے ہیں؟

(4) وہ اسم جو خود سے نہ نکلے اور نہ ہی اس سے کوئی لفظ نکلے، اس کو اصطلاح میں کیا کہتے ہیں؟

(5) مشتق کی مثال دیجئے اور تعریف سمجھائیے؟

(6) درج ذیل مثالوں میں سے مصدر، مشتق، جامد الگ کیجئے؟

کھانا	کھانے والا	کھایا ہوا	پینا	اونٹ
ابراہیم	بھاگنا	میز	بھاگا ہوا	دوڑنا

غور کرنے کی بات

☆ راجا کسان کی بات سن کر خوش ہوا

☆ راجا کو کسان پر بہت غصہ آیا

ان دو جملوں میں ''کی'' اور ''کو'' استعمال ہوئے ہیں۔ یہ ایسے لفظ ہیں جن کے الگ معنی نہیں، لیکن یہ دو لفظوں کے درمیان ایسا تعلق پیدا کرتے ہیں کہ یہ اگر نہ ہوں تو سارا جملہ بے ربط ہو جاتا ہے۔ قواعد میں انہیں ''حروفِ ربط'' کہتے ہیں۔

❖ حضور، سرکار، مہاراج وغیرہ ایسے کلمے عزت واحترام کے لئے بولے جاتے ہیں۔

❖ کسان اپنی کمائی کا حصہ ماں باپ پر ضرور خرچ کرتا تھا۔

❖ آپ نے دیکھا کہ راجا، کسان اور وزیر کی بات چیت کے شروع اور آخر میں دو چھوٹے چھوٹے، سیدھے اور الٹے واو '' '' بنے ہوئے ہیں، انہیں واوین کہتے ہیں۔ مثلاً ''تم اس کھیت سے کتنا کما لیتے ہو''۔

مضمون نویسی کا ایک نمونہ

یومِ اطفال

دنیا کی آبادی تقریباً 720 کروڑ ہے یا اس سے زیادہ، ان میں تقریباً 18 فیصد بچے ہیں یعنی دنیا میں 130 کروڑ بچے ہیں۔ یہی بچے آگے چل کر بڑے ہوتے ہیں اور کسی بھی قوم کے لئے مستقبل کی اہم طاقت ہوتے ہیں۔

عالمی یومِ اطفال:

اسی سچائی کو مانتے ہوئے دنیا کے مختلف ممالک، اقوام اور لوگ مختلف دنوں میں یومِ اطفال Childen's Day مناتے ہیں۔ اقوام متحدہ کا ادارہ UNICEF نے 1953ء میں سب سے پہلے عالمی یومِ اطفال منایا۔ اور پہلی بار اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اس کو سرکاری طور پر 1954ء میں منانے کا اہتمام کیا۔

یومِ اطفال ہندوستان میں:

ہندوستان بھر میں یومِ اطفال 14 نومبر کو منایا جاتا ہے جو ہندوستان کے پہلے وزیرِ اعظم اور جدید ہندوستان کے معمار پنڈت جواہر لال نہرو کے یومِ پیدائش کی یادگار ہے۔ جواہر لال نہرو کو بچوں سے بے حد لگاؤ تھا، وہ بچوں سے بے حد پیار کرتے تھے۔

اور انہیں ان کے درمیان رہنا بہت پسند تھا، وہ جب بھی باہر نکلتے اور بچے کہیں بھی نظر آجاتے ان کے ساتھ ہو لیتے، اسی محبت کے سبب بچے بھی انہیں چاچا نہرو کہا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے یومِ پیدائش کو بچوں کے دن کے طور پر منانے کا اعلان کیا اور 1964ء میں جب ان کا انتقال ہوا تو اسی سال سے یہ تقریب شروع ہوئی۔ اور ہر سال 14، نومبر کو یومِ اطفال ملک بھر میں منایا جاتا ہے۔

یومِ اطفال کا مقصد:

اس یومِ اطفال کا مقصد بچوں کی پرورش، فلاح و بہبود اور ان کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ بچوں کے تئیں پیار و محبت کے جذبات کو فروغ دینا اور ان کے حقوق کے سلسلے میں والدین، اساتذہ اور بڑی عمر کے لوگوں میں بیداری لانا ہے۔ حکومتِ ہند اسی دن کی مناسبت سے ''نہرو ایوارڈ'' کا اعلان کرتی ہے جو قومی سطح پر بہادری کا مظاہرہ کرنے والے بچوں کو عطا کیا جاتا ہے۔

یومِ اطفال کا پیغام:

بچپن انسان کی زندگی کے سب سے اہم ایام ہوتے ہیں۔ یہ انسان کی زندگی کی وہ بنیادیں ہیں جن سے اس کے مستقبل کی تعمیر ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اس بات کے حق دار ہیں کہ ان پر خصوصی توجہ دی جائے تاکہ ان کا مستقبل روشن ہو سکے۔ یہ بچے محض اپنے والدین کی اولاد نہیں بلکہ ملک کا سرمایہ بھی ہیں اور ان کی ترقی ہی پر ملک کی ترقی کا انحصار ہے۔ اگر بچپن کے ایام میں صحیح رہنمائی نہیں کی گئی تو ان کی زندگی تباہ ہو سکتی ہے۔ ایسے میں والدین کے ساتھ پوری سوسائٹی اور تمام ذمہ داروں پر فرض بنتا ہے کہ وہ انہیں معیاری تعلیم فراہم کر کے ان کی صحیح تربیت کر کے انہیں ترقی کی راہ پر گامزن کریں۔ اور انہیں یہ آگاہ کرائیں کہ بھارت کے قوانین کے تحت 14 سال تک تعلیمی سہولت مفت فراہم کی جاتی ہے اور 14 سال سے کم عمر والے بچوں کو کام پر رکھنا جرم ہے۔ نیز بچوں سے کسی بھی قسم کا کام یا مزدوری کروانا یا تعلیم سے دور رکھنا بھی جرم مانا جاتا ہے۔ اسی طرح ان میں حب الوطنی کے جذبات کو فروغ دیا جائے۔ یہی یومِ اطفال کا پیغام ہے۔

اکائی 5

حصّہ نظم

مخملیات (دکنی نظم)

مخمّل مدراسی

شاعر کا تعارف

مخمّل مدراسی اردو ادب کے ایک مزاحیہ شاعر ہیں۔ انہوں نے دکنی زبان میں بڑی مزے دار شاعری کی ہے۔ دکنی زبان و ادب کی شیرینی کو برقرار رکھتے ہوئے انہوں نے اصلاحی نظمیں لکھی ہیں۔ ان کا انداز بہت ہی دلچسپ ہے۔ دکنی لب و لہجہ کی خصوصیات ان کی شاعری میں واضح نظر آتی ہیں۔ اسی کا ایک نمونہ درج ذیل نظم ہے۔

دکنی ادب دکن (جنوبی ہندوستان) میں بولی جانے والی اردو زبان کو دکنی کہا جاتا ہے۔ یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ شمالی ہندوستان سے پہلے دکن میں اردو زبان و ادب نے ترقی کی منزلیں طے کیں۔ یہاں کے بادشاہ، علماء اور بزرگانِ دین نے دکنی نظم ونثر میں بیش بہا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ ولی دکنی کے شمالی ہند کے سفر نے سب سے پہلے وہاں کے شعراء کو اردو کی ادبی حیثیت سے واقف کرایا۔

پیسے والے لوگاں کو مسکہ لگانا کائی کو
دمڑی دمڑی کے لئے عزت بِکانا کائی کو
ناسمجھ لوگاں کے اگّے ، بولنے سے فائدہ؟
سامنے بھینساں کے تم، خطبہ سنانا کائی کو
جال میں پھنستاچ نئیں ،لڑکا کوئی دِکھتاچ نئیں
لڑکیاں کو اتنے فیشن پو چلانا کائی کو
کاں بھی جاکو بیٹی مانگے تو کوئی دیتاچ نئیں
ایسی صورت پو تمے، موچّھیاں بڑھانا کائی کو
یہ ادب کی جا ئے ہے مخمّل ذرا ہلّو پڑھو
شاعراں کی بزم میں الڈا کو گانا کائی کو

حاصلِ کلام

شاعرِ محمّل اپنی اس نظم میں عزت نفس پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ دمڑی دمڑی کے لئے اپنی عزت نہ تو بیچنا چاہئے اور نہ ہی مالداروں کو مسکہ لگانا چاہئے۔

بے وقوف اور ناسمجھ لوگوں سے زیادہ بات کرنے سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ انہیں بات سمجھ میں نہیں آئے گی جیسے بھینس کے سامنے خطبہ دینا۔

لڑکیوں کو مغربی رنگ میں رنگ کر زیادہ فیشن کرنا اچھی بات نہیں، ان کی جال میں نہ تو کوئی پھنستا ہے اور نہ ہی کوئی لڑکا ان کے اردگرد گھومتا ہوا نظر آتا ہے۔

لڑکوں کو چاہئے کہ وہ اپنی چال چلن پر نظر رکھیں، ظاہری حسن وخوب صورتی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ انہیں کسی سے رشتہ طلب کیا جائے تو کوئی رشتہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا پھر وہ اپنے چہرے کی خوبصورتی بڑھانے اور اپنے آپ کو مرد کہلانے کے لئے مونچھیں کیوں بڑھائے۔

یہ سب ایسی باتیں ہیں جو محفلوں میں کہنی کی نہیں ہیں اور نہ ہی اس کا چرچا کرنا چاہئے، انسان کو چاہئے کہ وہ خود ان باتوں پر توجہ دے۔

I الفاظ کے معانی اور اشارے:

مسکہ لگانا	:	چاپلوسی کرنا	دمڑی دمڑی	:	پیسہ پیسہ
خطبہ سنانا	:	سمجھانا۔ تقریر کرنا	دکھتا چ نئیں	:	نظر نہیں آتا
چلانا	:	آواز کرنا	ادب کی جائے	:	ادب کی جگہ
ہلو	:	آہستہ	بزم	:	محفل
الڈا کو	:	چیخ کر، زور سے	کائی کو	:	کس لئے

II واحد جمع لکھئے:

لوگ	+	لوگاں	دمڑی	+	دمڑیاں
فائدہ	+	فائدے، فوائد	خطبہ	+	خطبات
لڑکی	+	لڑکیاں	مونچھ	+	مونچھیں ، موچّھیاں
صورت	+	صورتیں	ادب	+	آداب
شاعر	+	شاعراں			

III اضداد لکھ کر یاد کیجئے:

سمجھ دار	×	نا سمجھ	عقل مند	×	بے وقوف
علم	×	جہل	عزت	×	ذلت
آہستہ	×	زور سے، جلدی			

IV مصرعے مکمل کیجئے

(1) .... مسکہ لگانا کائی کو

(2) دمڑی دمڑی کے لئے ....

(3) .... بولنے سے فائدہ؟

(4) سامنے بھینساں کے تم، ....

V جوڑ لگایئے:

(1) جال میں پھنستا چ نئیں - مونچھیاں بڑھانا کائی کو

(2) لڑکیاں کواتنے فیشن پو - کوئی دیتا چ نئیں

(3) کاں بھی جا کو بیٹی مانگے تو - چلانا کائی کو

(4) ایسی صورت پو تے - لڑکا کوئی دکھتا چ نئیں

VI بحوالۂ متن تشریح کیجئے:

یہ ادب کی جائے ہے مخملؔ ذرا ہلّو پڑھو شاعراں کی بزم میں الڈا کو گانا کائی کو

VII درجِ ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھئے:

(1) پیسے والوں کو مسکہ کیوں نہیں لگانا چاہئے؟

(2) دمڑی دمڑی کے لئے کیا نہیں بکانا چاہئے؟

(3) کس کے آگے نہیں بولنا چاہئے؟

(4) لڑکوں کو کیوں رشتہ نہیں مل پاتا؟

(5) ” بھینس کے سامنے خطبہ “ اس محاورہ کا معنی لکھئے۔

VII تفصیلی جوابات لکھئے:

(1) شاعر نے اپنی نظم ” مخملیات “ میں کیا سمجھانے کی کوشش کی ہے ؟

(2) ” مخملیات “ اس نظم کا خلاصہ لکھئے ؟

کیا تم جانتے ہو؟

سلیمان خطیب دکنی ادب کے ایک مشہور شاعر تھے۔ انہوں نے ” کیوڑے کا بن “ نامی ایک کتاب شائع کی۔ اس میں انہوں نے سماج کے سلگتے مسائل کو بڑے ہی اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔ حالانکہ بات مزاح سے شروع کرتے ہیں، مگر ہر ایک کو سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں اور آخر میں بالکل سنجیدہ ہو جاتے ہیں۔

لسانی سرگرمیاں:

(الف) اپنی پسند کی کوئی دکنی نظم استاد کی مدد سے ڈھونڈ کر لکھئے۔

اکائی 5
حصّۂ نثر

گھر کی تربیت

ذکاءاللہ دہلوی

سیکھنے کے مقاصد

- بچوں کی تربیتِ اخلاق میں ماں کے کردار کو واضح کرنا۔
- چھوٹی عمر ہی سے بچوں کی تربیت پر توجہ دینا
- لڑکوں اور لڑکیوں کی اچھی تربیت کے لئے گھر کے ماحول کو سازگار بنانے پر زور دینا۔

گھر ہی میں آدمی اخلاق کی تعلیم پاتا ہے۔ بری خواہ بھلی، گھر ہی میں آدمی چال چلن کے وہ اصول سیکھتا ہے جو اس کے ساتھ ساری عمر رہتے ہیں۔ جوانی اور پیری میں وہ انہیں پر چلتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کی خصلت کی بڑی تعلیم گاہ گھر ہے۔

آدمی جب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو وہ نہایت ہی بے کس و بے بس ہوتا ہے۔ اس کی کل پرورش و تعلیم و تربیت ان آدمیوں کے ذمہ ہے جو اس کے آس پاس ہوتے ہیں۔ جس وقت سے وہ سانس لینے لگتا ہے اس کی تعلیم شروع ہوتی ہے۔ ابتداء میں بچے کی تعلیم اس طرح ہوتی ہے کہ وہ جو کچھ دیکھتا ہے اس کی نقل اتارتا ہے۔ عربی ضرب المثل ہے ''انجیر کے درخت کو دیکھ کر انجیر کا درخت زیادہ پھل لاتا ہے۔'' اور ہماری مثل ہے کہ ''خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے''۔ بس یہی حال بچوں کا ہے کہ وہ نمونہ کو سامنے رکھ کر تعلیم پاتے ہیں۔

بڑی معلّمہ مثال (نمونہ) ہے۔

بچپنے کی خصلت آدمی کی خصلت کا مغز ہوتا ہے۔ باقی اور تعلیم بالائی پوست (چھلکا) ہے، جس کے اندر وہ مغز رہتا ہے۔ ایک شاعر کا قول کیا ہی سچ ہے کہ جس طرح صبح دن کو دکھاتی ہے۔ ایسے ہی بچہ آدمی کا حال بتلاتا ہے۔ مثل مشہور ہے ''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات''۔ یعنی ہونہار (قابل) بچہ کے آثار پہلے ہی نظر آتے ہیں۔ جو باتیں بالکل بچپن میں ہماری طبیعت میں سرایت کرتی ہیں، وہی دیرپا اور ہمارے چال چلن کی محرک ہوتی ہیں۔

بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ ایک نئے عالم کی چوکھٹ پر قدم رکھتا ہے۔ ہر چیز کو حیرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ وہ چیزوں کا

غور وفکر کی نظر سے مشاہدہ کرتا ہے۔ اشیاء کا باہم مقابلہ کرتا ہے۔ ان کے تصورات کو ذہن میں محفوظ رکھتا ہے۔ ایک فاضل (عالم) نے لکھا ہے کہ اٹھارہ اور بیس مہینے کی عمر کے درمیان اس کو مادی اشیاء اپنے قوائے خاص اور اپنے اور دوسروں کی فہم کا اتنا علم حاصل ہو جاتا ہے کہ باقی ساری عمر اس قدر نہیں ہوتا۔ اس عمر میں علم کا جو خزانہ جمع ہوتا ہے اور اس کے دماغ میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ ایسے ضروری ہوتے ہیں کہ اگر وہ کسی طرح ملیا میٹ ہو جائیں تو پھر اس کو ایک ہفتہ جینا محال ہو جاتا ہے۔

جس گھر میں محبت کا اور آدابِ حقوق شرافت کا ذوق غالب ہے جس میں دل و دماغ دونوں عاقلانہ حکم چلاتے ہیں، جس میں روزمرہ کے کاروبارِ زندگی میں دیانت، امانت اور راستی موجود ہے، جس میں عاقلانہ و مشفقانہ انتظام موجود ہے، اس گھر میں یہ توقع ہو سکتی ہے کہ اولاد تندرست، خوش دل اور نفع رساں ایسی پیدا ہو کہ جب اس کو قوت اپنے مربیوں کے قدم بہ قدم چلنے کی حاصل ہو تو وہ نیک دلی کے طریقوں پر چلے، اپنے نفس کو قابو میں رکھے، اور اپنے ہمسایوں کی بہبودی چاہے اور عام لوگوں کی بھلائی میں معاون و مددگار رہو۔

بچہ کی طبیعت ڈھالنے کے لئے سب سے عمدہ سانچہ نمونہ ہے۔ اگر کوئی چاہے کہ بچوں کی خصلتیں اچھی ہوں تو ان کے سامنے اپنی خصلت کے اچھے نمونے پیش کرے۔ ہر بچہ کی آنکھوں کے سامنے جو نمونہ مستقل طور پر رہتا ہے وہ اس کی ماں ہے۔ سو معلموں کی برابر ایک اچھی ماں ہوتی ہے۔ گھر میں وہ سارے دلوں اور ساری آنکھوں کی مقناطیس ہوتی ہے۔ اولاد ہمیشہ ماں کی پیروی کرتی ہے۔ گھر عورت کا دار السلطنت ہوتا ہے۔ اس میں سارے احکام اس کے چلتے ہیں۔ وہ اپنے بچوں کی ننھی ننھی رعیت پر احکام جاری کرتی ہے۔ بچوں کے چال چلن اور طور طریقہ پر ماں کا اثر بہ نسبت باپ کے زیادہ ہوتا ہے۔ گھر میں ماں کا نیک مثال ہونا ایک بڑی نعمت ہے۔

نسلِ انسانی کا ظاہری انتظام مہر مادری (ماں کی محبت) پر ہے جس کا اثر ہمیشہ عالمگیر ہوتا ہے۔ جب انسان پیدا ہوتا ہے۔ اس وقت سے اس کی تعلیم شروع ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ہی ماں کی محبت کا اثر شروع ہوتا ہے۔ بچوں پر نیک ماؤں کا اثر عمر بھر رہتا ہے۔ جب اولاد دنیا کے کام دھندوں اور تر ددات و تفکرات میں پڑتی ہے اور انہیں مشکلات پیش آتی ہیں تو وہ صلاح و مشورے اور تسلی و تشفی کے لئے ماں ہی کی طرف رجوع کرتی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ''مصیبت کے وقت ماں ہی یاد آتی ہے''۔ مائیں اپنے بچوں کے دلوں میں جو عمدہ اور پاکیزہ خیالات جما دیتی ہیں وہی بڑے ہونے کی صورت میں اپنا جلوہ دکھاتے ہیں۔

عورت سب معلموں سے زیادہ نرمی اور ملائمت سے تعلیم دیتی ہے۔ مرد انسانیت کا دماغ ہے تو عورت اس کا دل ہے۔ وہ اس کی قوت ہے۔ یہ اس کا حسن اور زیب و زینت ہے۔ مرد عقلی ہدایتیں کرتا ہے مگر عورت قلب کی درستی کرتی ہے، جس سے خصلت سنورتی ہے۔ مرد حافظہ کو پر کرتا ہے، عورت دل کو پر کرتی ہے۔ مرد جس بات کا یقین دلاتا ہے۔ عورت اس کی محبت دلاتی ہے۔ غرض عورت کی بدولت ہماری رسائی نیکی تک ہوتی ہے۔

اگر کوئی عورت نیک اطوار، کفایت شعار، خوش مزاج، پاکیزہ طبیعت کسی گھر کی سرپرست ہو تو سارے کنبہ (خاندان) کی زندگی خیر و عافیت سے بسر ہوگی اور وہاں آرام و چین، نیکی اور خوش دلی طرح طرح سے اپنے جلوے دکھائے گی اور وہاں مرد کے لئے بہت سے ہمراہی دل کے خوش کرنے والے موجود ہوں گے۔ حادثاتِ زمانہ سے بچنے کے لئے امن وہ ہے۔ محنت و مشقت کے بعد وہی آرام گاہ ہے۔ مصیبت و افلاس میں تسلی و تشفی وہاں ہے۔ غرض ہر درد کی دوا وہاں موجود ہے اور ہر وقت خوشی اور راحت کا سامان مہیا ہے۔

عورتوں پر لازم ہے کہ وہ سلیقہ مندی کی عادت پیدا کریں کہ جس سے وہ دنیا کے کاموں میں مؤثر مددگار و معاون ہوں۔ عورتیں ہی

بچوں کو دودھ پلانے والی اور تعلیم کرنیوالی ہوتی ہیں۔ عورتوں کو سب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ صحتِ جسمانی، صحت عقل اور صحت اخلاقی قوانینِ فطرت کے مطابق گھر میں کیوں کر حاصل ہوسکتی ہیں۔ وہ قوانینِ فطرت سے آگاہ ہوں۔ بچوں کی جسمانی ترکیب سے باخبر ہوں۔ ان کی ضروریات کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ تازہ ہوا، اور صاف پانی کے فوائد سے واقف ہوں۔ زود ہضم غذا کے تیار کرنے کا ہنر جانتی ہوں۔

ابتدائے عمر میں جو تعلیم و تادیب نہایت مناسب لڑکوں کے واسطے ہے وہی لڑکیوں کے لئے ہے۔ تعلیم و تربیت کی جو استعداد مردوں میں ہے وہی عورتوں میں ہے۔ گھر کے تمام کاموں میں عقل مندی اور دور اندیشی عورتوں کے لئے ضروری ہے۔ ان کے قوائے عقلیہ کی تادیب سے یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ وہ جیسے اپنے بھولے پن اور جہالت سے دغا، فریب اور توہمات کے جال میں پھنس جاتی ہیں۔ نہ پھنسیں گی اور اخلاقی و مذہبی تربیت ان کا افتخار بڑھائے گی۔ اور ان میں وہ سچی خوداعتمادی اور فرائض پروری پیدا کرے گی، جو خانہ داری کے چین و آرام اور خوش دلی کا سرچشمہ ہے۔

مردوں کے اخلاق اور دماغ کا صحیح رہنا عورتوں پر موقوف ہے۔ اس لئے عورتوں کی تعلیم و تربیت ایک قوی اور مہتم بالشان امر سمجھا جاتا ہے۔ مردوں کے لئے عورت جائے پناہ اور ٹھکانہ ہے جس انداز سے یہ دونوں مل کر اپنے قوی کو کامل طور پر ظاہر کریں گے ویسا ہی قوم کا انتظام زیادہ عمدہ ہوگا اور برتری و اقبال مندی یقین ہوگی۔

حاصل مطالعہ

ایک بچہ کی پہلی تربیت گاہ گھر ہے۔ گھر کی تعلیم و تربیت جو بچہ کی ابتدائی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے اس کا اثر پوری زندگی میں ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ اس مضمون میں گھر کی تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ گھر کی تعلیم و تربیت میں ماں کا نہایت اہم کردار ہوتا ہے۔

I الفاظ کے معانی اور اشارے:

بھلی	:	اچھی	پیری	:	بڑھاپا
خصلت	:	عادت، فطرت	پرورش	:	تربیت کرنا
تعلیم گاہ	:	علم حاصل کرنے کی جگہ	معلّمہ	:	استانی
محرک	:	اکسانے والا	عالَم	:	دنیا
رفتہ رفتہ	:	آہستہ آہستہ	مشاہدہ کرنا	:	غور سے دیکھنا
تصورات	:	خیالات	قوی	:	قوت کی جمع
فہم	:	سمجھ	محال	:	ناممکن

عاقلانہ	:	عقل مندی کے ساتھ	دیانت	:	امانت، ایمانداری
راستی	:	سچائی	توقع	:	امید
نفع رساں	:	فائدہ پہنچانے والا	مربّی	:	تربیت کرنے والا
بہبودی	:	فلاح، کامیابی	پیروی	:	اتباع، تقلید
دارالسلطنت	:	حکومت کرنے کی جگہ	رعیت	:	رعایا۔ ماتحتی میں رہنے والے
تردداد	:	فکریں۔ شکوک وشبہات	تفکرات	:	سوچ بچار، افکار
سرایت	:	تاثیر کرنا۔ سما جانا	جلوہ	:	منظر
ملائمت	:	نرمی	نیک اطوار	:	اچھے طریقے
کفایت شعار	:	کم خرچ کرنے والا	ہمراہی	:	ساتھی
آرام گاہ	:	آرام کرنے کی جگہ	افلاس	:	غریبی
سلیقہ مندی	:	ڈھنگ	آگاہ ہونا	:	واقف ہونا
زودِ ہضم	:	جلد ہضم ہونے والی	تادیب	:	تنبیہ، ادب سکھانا
استعداد	:	صلاحیت، قابلیت	فریب	:	دھوکہ، دغا
توہمات	:	وہم کی باتیں	فرائض پروری	:	فریضوں کی انجام دہی
سرچشمہ	:	سوتا، جاری ہونے کی جگہ	برتری	:	بلندی
اقبال مندی	:	خوش نصیبی	امر	:	کام
مہتم بالشان	:	بہت ہی اہم	افتخار	:	عزت کی بات

II اضداد :

جوانی	×	پیری، بڑھاپا	مغز	×	پوست
مادّی	×	روحانی	نفع رساں	×	ضرر رساں
بہبودی	×	ناکامی	عمدہ	×	خراب
مستقل	×	غیر مستقل	سلیقہ مندی	×	بے ڈھنگا پن
زودِ ہضم	×	دیرِ ہضم	قوی	×	کمزور
اقبال مندی	×	بدنصیبی	خوش دلی	×	بددلی

III ان مترادفات پر غور کیجئے اور جملے بنائیے:

بے کس و بے بس	معاون و مددگار	تر ددات و تفکرات	صلاح و مشورہ
تسلی و تشفی	نرمی و ملائمت	زیب و زینت	خیر و عافیت
آرام و چین	محنت و مشقت	تعلیم و تادیب	چین و آرام

IV مرکبات پڑھ کر ان کے معنی لکھئے:

تعلیم گاہ	آرام گاہ	کاروبارِ زندگی	نفع رساں
دارالسلطنت	نیک مثال	مہر مادری	عالم گیر
نیک اطوار	کفایت شعار	خوش مزاج	حادثاتِ زمانہ
سلیقہ مندی	قوانینِ فطرت	ابتدائے عمر	قوائے عقلیہ
خود اعتمادی	جائے پناہ		

V ۔ خالی جگہ بھرتی کیجئے :

(زود ہضم ، باخبر ، آگاہ ، صحت عقل ، ضروریات)

عورتوں کو سب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ صحت جسمانی، .... اور صحت اخلاقی، قوانین فطرت کے مطابق گھر میں کیوں کر حاصل ہوسکتی ہیں۔ وہ قوانین فطرت سے .... ہوں۔ بچوں کی جسمانی ترکیب سے .... ہوں۔ ان کی .... کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ تازہ ہوا، صاف پانی کے فوائد سے واقف ہوں۔ .... غذا کے تیار کرنے کا ہنر جانتی ہوں۔

VI ان سوالات کے جوابات لکھئے:

(1) آدمی کی سب سے پہلی تربیت گاہ کون سی ہے؟

(2) اس تربیت گاہ میں وہ کیا کیا باتیں سیکھتا ہے؟

(3) ''خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے'' اس ضرب المثل کا مطلب لکھئے۔

(4) بچوں کی تربیت میں ماں کا کیا حصہ ہوتا ہے؟

(5) بچوں کی مناسب تربیت کے لئے عورتوں کو اپنے اندر کیا صفات پیدا کرنی چاہئیں؟

(6) لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم میں کس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے؟

اکائی 5
حصّۂ غــزل

غزل

الطاف حسین حاؔلی

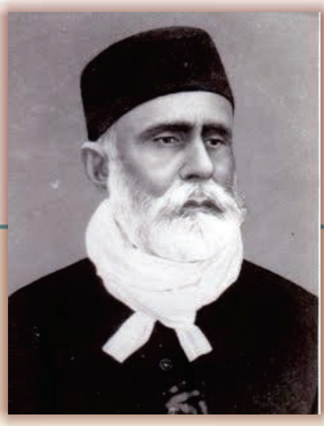

شاعر کا تعارف

خواجہ الطاف حسین نام اور حاؔلی تخلص تھا۔ پانی پت میں 1837 میں پیدا ہوئے۔ نو برس کی عمر میں والد کا انتقال ہو گیا۔ جوانی میں دہلی آئے جہاں غاؔلب اور شیفتہؔ کی صحبتوں سے استفادہ کیا۔ شاعری کی ابتدا غزل سے کی۔ وہ سرسید تحریک کے سب سے اہم ارا کین میں سے تھے۔

حاؔلی انگریزی سے بھی واقف تھے۔ ان کی طبیعت پر مغربی خیالات کا بہت اثر ہوا ہے۔ نئے نئے عنوانات پر نظمیں لکھیں، جن میں سادگی، روانی اور اثر ہے۔ ان کی طویل نظم ''مدوجزر اسلام'' جو ''مسدس حاؔلی'' کے نام سے مشہور ہے خاص اہمیت کی حامل ہے۔ حاؔلی نے اپنے دیوان کا طویل مقدمہ لکھا جو ''مقدمۂ شعر و شاعری'' کے نام سے علاحدہ کتاب کی صورت میں شائع ہوا۔ اس کتاب سے اردو میں باضابطہ تنقید نگاری کا آغاز ہوا۔

حاؔلی ایک اچھے نثر نگار بھی تھے۔ ان کی نثری تصانیف میں ''حیاتِ سعدی''، ''حیاتِ جاوید'' ''یادگارِ غالب'' اور ''مقالاتِ حاؔلی'' مشہور ہیں۔ 1914ء میں حاؔلی کا انتقال ہوا۔

بڑھاؤ نہ آپس میں ملت زیادہ
مبادا کہ ہوجائے نفرت زیادہ

کرو دوستو پہلے آپ اپنی عزت
جو چاہیں کریں لوگ عزت زیادہ

جہاں رام ہوتا ہے میٹھی زبان سے
نہیں لگتی کچھ اس میں دولت زیادہ

مصیبت کا اک اک سے احوال کہنا
مصیبت سے ہے یہ مصیبت زیادہ

فرشتہ سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

غزل میں وہ رنگت نہیں تیری حاؔلی
الاپیں نہ بس آپ دُھرپت زیادہ

حاصل کلام

شاعر حالؔی کہتے ہیں کہ دوستی اور محبت اتنی نہ بڑھاؤ کہ نفرت و ملامت کا سبب بن جائے، ہر وقت، ہر دن دوست کے پیچھے لگے رہنے سے عزت و وقعت کم ہو جاتی ہے اور نفرت و ملامت کے راستے پیدا ہو سکتے ہیں، اگر یہ چاہتے ہو کہ لوگ آپ کی عزت کریں، اور آپ کو زیادہ چاہیں تو اس کا آسان نسخہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کی عزت کرنا شروع کر دیں اور خود اپنی عزت نفس بھی برقرار رکھیں۔

جہاں جہاں آپ اپنی میٹھی زبان اور اچھے اخلاق و عادات سے لوگوں کو اپنا بنا لے سکتے ہیں اور انہیں اپنے قابو میں کر سکتے ہیں کر لیجئے۔ اس میں کچھ مال خرچ نہیں ہوتا۔

بعض آدمیوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر کس و ناکس اور ایرے غیرے سے اپنی مصیبت و تکلیف کا حال کہتے رہتے ہیں حالؔی کہتے ہیں کہ یہ سب سے بڑی مصیبت ہے اور بسا اوقات یہ عادت وبالِ جان بن جاتی ہے۔

فرشتہ بن جانا آسان ہے مگر ایک اچھا انسان بننا بہت زیادہ مشکل ہے، آدمی کو چاہئے کہ وہ انسانوں میں رہ کر ایک اچھا انسان بننے کے لئے خوب سعی اور کوشش کرے۔

مقطع میں شاعر کہتے ہیں کہ حالؔی کے مزاج میں خاکساری اور سادگی زیادہ ہے، ان کی غزل میں وہ رنگینی اور چاشنی نہیں جو دوسروں کے کلام میں ہوتی ہے اس لئے اپنی شاعری کا وہ پرانا انداز نہ چھیڑیں، آپ کی یہ دھرپت (موسیقی کا پرانا انداز) غزل کے شیدا لوگ پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھیں گے اس لئے بس کیجئے اور یہ سُر نہ چھیڑیئے۔

I الفاظ کے معانی اور اشارے:

ملت	:	محبت، میل ملاپ	مبادا	:	ایسا نہ ہو
رام کرنا	:	اپنا بنا لینا	احوال کہنا	:	حالت بیان کرنا
مصیبت	:	تکلیف	رنگت	:	رنگینی۔ چاشنی
الاپنا	:	سر لگانا۔ گانا	دھرپت	:	ایک ہندی کا راگ۔ موسیقی کا پرانا انداز

II واحد جمع لکھ کر یاد کیجئے:

ملت	+	ملتیں	نفرت	+	نفرتیں
زبان	+	زبانیں	مصیبت	+	مصیبتیں
فرشتہ	+	فرشتے	حال	+	احوال

III اضداد لکھ کر یاد کیجئے

محبت	×	نفرت	عزت	×	ذلت			
مصیبت	×	آرام	انسان	×	حیوان	زیادہ	×	کم

IV مصرعے مکمل کیجئے:

(1) بڑھاؤ نہ آپس میں ....

.... نفرت زیادہ

(2) .... اک سے احوال کہنا

مصیبت سے ہے یہ ....

V مناسب الفاظ منتخب کرکے خالی جگہ بھرتی کیجئے:

(1) کرو دوستو پہلے آپ اپنی ....

(الف) ذلت (ب) عزت (ج) نفرت

(2) نہیں لگتی کچھ اس میں .... زیادہ

(الف) محبت (ب) دولت (ج) وقعت

(3) بڑھاؤ نہ .... میں ملت زیادہ

(الف) آپس (ب) غیروں (ب) اپنوں

(4) .... سے بہتر ہے انسان بننا

(الف) حیوان (ب) جن (ج) فرشتہ

VI مختصر جوابات لکھئے:

(1) دوستی اور محبت کی زیادتی سے کیا نقصان ہو سکتا ہے؟

(2) عزت حاصل کرنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟

(3) غیروں کو کیسے اپنا بنا سکتے ہیں؟

(4) ایک اچھا انسان بننے کے لئے کیا کرنا پڑتا ہے؟

(5) کیا ہر ایک سے اپنی تکلیف بیان کی جا سکتی ہے؟

VII تفصیلی جوابات لکھئے:

(الف) دوستی اور محبت کا اصول کیا ہے اپنے الفاظ میں تحریر کیجئے؟

(ب) مولانا حالی کی اس غزل کا خلاصہ لکھئے؟

عملی مشق:

(الف) انسان افضل ہے یا فرشتہ ؟ استاد کی مدد لیتے ہوئے اس عنوان پر ایک پیریگراف لکھئے ۔

(ب) اس قسم کی کوئی غزل یا نظم تلاش کرکے اپنی کاپی میں لکھئے؟

اکائی 5
سرسری مطالعہ

آدھا کمبل (ابرار محسن)

تلخیص: لیس محمد جابر

جمیل صاحب بڑے آدمی تھے، انہوں نے اپنی محنت اور ذہانت کی بدولت کافی اونچا عہدہ حاصل کرلیا تھا اور وہ بھی کم عمری میں۔ شادی بھی ایک اونچے گھرانے میں ہوئی، بڑے گھر کی لڑکی اتنا لائی کہ ان کا گھر بھر گیا۔ان کے والد کسی محکمے میں معمولی سی نوکری کرتے تھے۔اپنی تھوڑی سی تنخواہ میں بیٹے کو پڑھا لکھا کر بڑا افسر بنا دیا، مگر اب وہ کمزور ہو چکے تھے، اور دمے کے مریض بھی۔

بیوی نے شادی کے چند دن بعد ہی جمیل صاحب سے کہا تھا۔'' آپ اتنے بڑے عہدے پر ہیں اور بڑے بڑے لوگوں کا یہاں آنا جانا لگا رہتا ہے۔آپ کے ابا دن رات پلنگ پر پڑے کھانستے اور کراہتے ہیں۔ بڑی شرم محسوس ہوتی ہے۔''

جمیل صاحب نے جواب دیا۔''میں کیا کرسکتا ہوں؟ آخر باپ ہیں اور کوئی دوسرا عزیز بھی تو نہیں جس کے پاس بھیج دوں۔

''اجی میں نے کب کہا کہ انہیں چلتا کر دیجئے''۔بیگم نے کہا۔''مگر اتنا تو کیجئے کہ ہماری بے عزتی نہ ہو۔کم از کم آتے جاتے کی نظر تو نہ پڑے ان پر''، دیکھئے کلوا مالی کی کوٹھری خالی ہے، اکیلا ہی تو دم ہے! کافی ہے ان کے لئے۔کیا ضروری ہے کہ سر پر ہی سوار رہیں؟ میں کہتی ہوں وہاں وہ آرام سے رہیں گے اور اب انہیں رہنا ہی کتنے دن ہے؟''۔

''کلوا مالی کی کوٹھری''؟

جمیل صاحب کو ایک لمحے کے لئے جھرجھری سی آگئی مگر تجویز بڑے گھر کی لڑکی کی تھی، چوں نہ کر سکے اور شاید کرنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ بیمار بوڑھے سے بنگلے کی شو بگڑ رہی تھی اور پھر ابا جان کو تو صرف چارپائی پر ہی پڑا رہنا تھا نا۔

جب باپ کے سامنے یہ تجویز رکھی تو انہوں نے کراہ کر جواب دیا۔''بیٹا جہاں مناسب سمجھو میری چارپائی ڈال دو۔''

ان کے جانے کے بعد بوڑھی آنکھوں میں سے آنسو گرنا شروع ہوگئے۔

چارپائی مالی کی کوٹھری میں جانے کے بعد بنگلے کو اچھی طرح دھلوایا گیا۔کافی لمبا چوڑا بنگلہ تھا۔میاں، بیوی اور آٹھ سال کا ایک لڑکا۔ بہت جگہ تھی۔

دونوں وقت کا کھانا نوکر کے ہاتھ بڑے میاں کو پہنچا دیا جاتا تھا بلکہ نوکر ہی پکاتا تھا۔بیگم نے نوکر سے کہا تھا۔

''ہم لوگ وقت بے وقت گھر آتے ہیں۔ جب تو اپنا کھانا پکایا کرے تو دو روٹیاں ان کے لئے بھی بنا دیا کر۔ اب ان کی وجہ سے باورچی خانہ چوبیس گھنٹے کھلا نہیں رہ سکتا۔''

بیگم تو کبھی مالی کی کوٹھری کا رخ نہیں کرتی تھی ،جمیل صاحب کبھی کبھی چند لمحوں کے لئے محض رسماً وہاں جھانک آتے تھے، جب بھی جاتے کوٹھری میں سے دعائیہ جملے ملتے ''جیتے رہو بیٹا۔ خدا تمہیں تمام سکھ دے۔''

اور وہ بس ہوں ہاں کر کے الٹے پیروں واپس آجاتے تھے۔ بیگم نے بچے کو سختی سے ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ مالی کی کوٹھری میں قدم نہ رکھے مگر وہ موقع پا کر دادا کے پاس چلا ہی جاتا تھا۔

ایک دن بیگم نے پکڑ لیا۔ دادا کی گود میں بیٹھا کہانی سن رہا تھا، وہ آپے سے باہر ہو گئیں۔ بچے کو دادا کی گود سے گھسیٹ کر دو تھپڑ لگائے اور خسر سے کہا۔ ''عقل ماری گئی ہے تمہاری۔ بچے کو بھی دمے کا روگ لگ گیا تو؟ خود تو قبر میں پیر لٹکائے ہوئے ہو، میرے بچے پر تو رحم کرو''۔

''بہو!'' بڑے میاں نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر وہ پیر پٹختی، بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں۔ ''نہ جانے اس وبال سے کب جان چھوٹے گی؟''

شام کے وقت جمیل صاحب گھر آئے تو بیگم نے صاف صاف کہہ دیا۔ ''آپ کرتے رہیں چونچلے باپ کے مگر ان سے کہہ دینا، خبردار! جو میرے بچے کو پاس بلایا۔ اپنا موذی مرض اسے لگانا چاہتے ہیں۔''

جمیل صاحب نے بھی باپ کو سخت سست کہا۔

''ابا'' آپ تو میری نگاہیں نیچی کراتے ہیں۔ سٹھیا گئے ہیں۔ جب آپ سے منع کر دیا تھا تو پھر آپ نے ایسا کیوں کیا؟ مجھے ذلیل کرا کے آپ کو خوشی حاصل ہوتی ہے نا؟

بوڑھی آنکھوں سے پھر آنسو کے قطرے گرنے لگے ،مگر زبان سے یہی نکلا۔ ''جیتے رہو، بیٹا۔ خدا تمہیں تمام سکھ دے''۔ بیگم نے بیٹے پر بڑا سخت پہرا بٹھا دیا۔ مالی کی کوٹھری اور بنگلے کے ڈرائنگ روم کے بیچ ایک لان تھا۔ دو بوڑھی آنکھیں ہر وقت ڈرائنگ روم ہی کی طرف لگی رہتی تھیں۔ دو دھندلی آنکھیں، جیسے بجھتے ہوئے چراغ۔ مایوس، دکھ سے لبریز۔ ڈرائنگ روم میں قہقہے گونجتے، لان پر دعوتیں دی جاتیں۔ ان دو ویران آنکھوں کے سامنے کتنا بڑا آدمی بن گیا تھا وہ بیٹا۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ باپ کے کاندھوں پر چڑھا گھوما کرتا تھا۔ ماں تو بچپن ہی میں مر گئی تھی، باپ ہی نے پالا پوسا تھا۔ اپنے سینے پر لٹا کر تھپک تھپک کر سلایا تھا، انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا تھا، پھر ہاتھ پکڑ کر لکھنا سکھایا۔ اچھا خاصا بڑا ہونے پر بھی باپ کے ہاتھوں سے ہی کھانا کھاتا تھا۔ اور آج وہ درخت اتنا زیادہ اونچا ہو گیا تھا کہ باپ کے سایہ بھی نہ دے سکتا تھا۔ کہا جاتا ہے جو درخت بہت زیادہ اونچے ہوتے ہیں ان کا سایہ اتنا ہی مختصر ہوتا ہے۔

ایک بار کا ذکر ہے۔ جاڑوں کی ایک سہ پہر تھی۔ بارش کافی دیر برس کر تھمی تھی اور دھوپ نکل آئی تھی۔ کڑاکے کی سردی تھی۔ دانت سے دانت بج رہے تھے۔

جمیل صاحب، بیگم اور بچہ تینوں ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ ہیٹر نے کمرہ گرم کر رکھا تھا اور کافی کا دور چل رہا تھا۔ مالی کی کوٹھری میں

کھانسی اور کراہوں کے درمیان ایک کمزور سی آواز آ رہی تھی۔

''سردی میں اکڑا جا رہا ہوں۔ ذرا پلنگ دھوپ میں رکھوا دو۔'' جمیل صاحب سن رہے تھے۔سوچ رہے تھے نوکر آ جائے تو پلنگ دھوپ میں پکڑ وا دیں گے،مگر بیگم کا کہنا تھا کہ دھوپ دو گھڑی کی مہمان ہے،کوٹھری ہی میں رہنے دو۔

جمیل صاحب نے بیگم سے کہا'' بھئی وہ پرانا کمبل اوپر والی کوٹھری میں فرش پر بچھا ہوا ہے،اسے ابا جان کے اوپر ڈال آؤں۔''

پھر فرش پر کیا بچھے گا؟'' بیگم بڑبڑائیں۔''ٹھیک ہے۔جیسا چاہو کرو۔''

جمیل صاحب نہ جانے کیوں بیگم کے سامنے بھیگی بلی بن جاتے تھے! بیٹے سے بولے۔''جاؤ،کمبل دادا کے اوپر ڈال آؤ۔''

لڑکا جھپٹ کر اوپر والی کوٹھری میں گیا۔اور کچھ دیر بعد کمبل لئے واپس آیا۔

''وہاں ٹھہرنا نہیں'' بیگم نے سختی سے حکم دیا۔لڑکا کمبل لے کر مالی کی کوٹھری کی طرف گیا۔اور پھر خالی ہاتھ واپس آ گیا۔

جمیل صاحب نے دریافت کیا ''اڑھا آئے دادا کو کمبل؟'' ''جی ہاں۔اور جی نہیں''

''کیا بکتا ہے؟'' بیگم نے تیوری چڑھا کر کہا۔

جمیل صاحب بھی حیران ہو کر بولے۔''کیا مطلب؟ جی ہاں۔اور جی نہیں''۔

لڑکا بولا۔ ''اڑھایا تو ہے۔مگر کمبل نہیں ....آدھا کمبل''

دونوں نے ایک ساتھ کہا۔''آدھا کمبل'' !

جمیل صاحب نے کہا ارے ایک تو وہ پھٹا پرانا کمبل تھا ہی جس میں جگہ جگہ سوراخ تھے اور تو،اس میں سے بھی آدھا لے گیا!''

بیگم نے پوچھا''باقی آدھا کہاں ہے؟''۔''وہیں اوپر والی کوٹھری میں پڑا ہے۔لڑکے نے بتایا۔میں نے قینچی سے دو بالکل برابر کے حصے کر دئے ہیں۔جمیل صاحب ہنسنے لگے۔''کمال ہے بھئی! ارے، میں پوچھتا ہوں آدھے کا کیا کرے گا؟ تیرے کس کام کا ہے؟۔بیگم نے بھی پوچھا۔''ہاں، بھلا بتا تو، کیا کرے گا اس آدھے کا!''۔لڑکے نے برجستہ جواب دیا'' آپ کے لئے۔ہوسکتا ہے کہ سردیوں کی ایک ایسی ہی پہر ہو، میں بڑا ہو کر اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوں۔ہیٹر کے پاس۔ابا جان آپ مالی کی کوٹھری میں اکیلے پڑے ہوں۔ اکیلے، کیونکہ دادی کی طرح امی بھی خدا کے پاس جا چکی ہوں گی۔اس وقت میں آدھے کمبل کو اپنے ہاتھوں سے آپ کو اڑھا آؤں گا۔

جمیل صاحب اور بیگم پر بجلی سی گری، وہ یکلخت کھڑے ہوئے،آنکھیں پھٹی رہ گئیں،انہیں کچھ پتہ نہیں کہ آگے کیا ہوا؟ جب ہوش آیا تو دیکھا کہ ان کے آنسو بیمار بوڑھے باپ کے پیروں کو دھو رہے تھے۔جمیل صاحب کہہ رہے تھے'' میں گناہ گار ہوں، مجھے معاف کر دیجئے، میں اندھا ہو گیا تھا، میں نے بڑائی کا مطلب اونچا عہدہ اور بنگلہ سمجھا تھا۔مگر اصل تو ان قدموں میں ہے۔بیگم پر تو دورہ سا پڑ گیا۔باپ کی زبان پر وہی الفاظ تھے۔''جیتے رہو، بیٹا۔خدا تمہیں تمام سکھ دے۔

I الفاظ کے معانی اور اشارے :

ذہانت	:	ہوشیاری۔چالاکی	عہدہ	:	مرتبہ
محکمہ	:	ڈپارٹمنٹ	طویل	:	لمبے
ضعیف	:	کمزور	عزیز	:	رشتہ دار
کوٹھری	:	کمرہ	تجویز	:	مشورہ
جھرجھری	:	کپکپی	لمحوں	:	سکینڈوں
ہدایت کرنا	:	سمجھانا	یکلخت	:	اچانک
گھسیٹنا	:	کھینچنا	روگ	:	بیماری
موذی مرض	:	تکلیف دہ بیماری	سٹھیا جانا	:	دیوانہ ہو جانا
لان	:	صحن	فرش	:	بستر
پاگل	:	دیوانہ	دورہ پڑ جانا	:	بے ہوش ہو جانا

آپے سے باہر ہونا (محاورہ) : حد سے زیادہ غصہ آنا

بھیگی بلی بن جانا (محاورہ) : خاموش رہ جانا

II مناسب ترین جواب منتخب کیجئے:

(1) آدھا کمبل افسانہ نگار کا نام ....

(الف) ابرارمحسن (ب) کرشن چندر (ج) پریم چند

(2) ....بڑے آدمی تھے، اپنی محنت اور ذہانت کی بدولت کافی اونچا عہدہ حاصل کرلیا تھا۔

(الف) کریم صاحب (ب) سلیم صاحب (ج) جمیل صاحب

(3) چارپائی................کی کوٹھری جانے کے بعد بنگلہ کو اچھی طرح دھلوایا گیا۔

(الف) نوکرانی (ب) مالی (ج) خادمہ

(4) بچہ کو ....کی گود سے گھسیٹ کر دو تھپڑ لگائے

(الف) دادا (ب) نانا (ج) ماما

(5) دو بوڑھی آنکھیں ہر وقت.................ہی کی طرف لگی رہتیں

(الف) صحن (ب) بیڈروم (ج) ڈرائنگ روم

(6) ”جی ہاں۔ جی نہیں“۔ یہ کس کا قول ہے

(الف) بچہ (ب) بیگم صاحبہ (ج) جمیل صاحب

III مختصر جواب لکھئے:

(1) بیگم صاحبہ نے جمیل صاحب کے ابا کو مالی کی کوٹھری میں چارپائی لگانے کو کیوں کہا؟

(2) بنگلے میں کون کون رہا کرتے تھے؟

(3) بچہ کو بیگم صاحبہ نے کیوں مارا؟

(4) بچہ نے کمبل کے دو ٹکڑے کیوں کئے؟

(5) ''آدھا کمبل'' اس افسانہ سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

IV۔ تفصیلی جواب لکھئے۔

افسانہ ''آدھا کمبل'' کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھئے۔

V ۔ لسانی سرگرمی

درج ذیل میں ایک مضمون دیا گیا ہے۔ اس کو غور سے پڑھئے اور نیچے دئے گئے سوالوں کے جواب لکھئے۔

ماں کی دُعا

ایک لڑکے کی ماں بہت بیمار تھی۔ رات کو ایک بجے کے قریب اُسے پیاس لگی تو اس نے اپنے لڑکے سے پانی مانگ۔ لڑکا آنکھیں ملتا ہوا کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ ''اماں جان، پانی حاضر ہے''۔

اس کی ماں بیماری کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھ لگ گئی۔ لڑکے کے ماں کو نیند سے جگانا مناسب نہ سمجھا اور پانی کا کٹورا ہاتھ میں لئے یوں ہی صبح تک کھڑا رہا کہ خدا جانے میری ماں کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ لڑکا پانی کا کٹورا ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔ ماں، بیٹے کی اس ادا سے بہت خوش ہوئی اور ہاتھ اٹھا کر دعا دینے لگی کہ خدا تجھے ولی بنا دے اور خدا تیری عمر میں برکت دے۔

کہتے ہیں کہ وہ اپنے زمانے کا بڑا ولی ہوا اور اس نے ایک سو برس کی کئی عمر پائی۔

سوالات :

1۔ ماں نے رات کے وقت بیٹے سے کیا مانگا ؟

2۔ بیٹا پانی کا کٹورا ہاتھ میں لئے کب تک کھڑا رہا ؟

3۔ ماں کی آنکھ کھلی کو اس نے خوش ہو کر بیٹے کو .... دی۔ (دعا/گالی)

4۔ ولی کے معنی لکھئے۔

5۔ وہ بچہ اپنے زمانے کا بہت بڑا ولی بنا اور اس نے ایک .... کی عمر پائی۔

اکائی **5**

قواعد

جنس کے لحاظ سے اسم کی قسمیں

جنس کے لحاظ سے اسم کی دو قسمیں ہیں (1) مذکر (2) مؤنث

مذکر : وہ اسم ہے جو نر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔مثلاً

لڑکا اسکول جاتا ہے کمہار برتن بنا رہا ہے کتا بھونک رہا ہے

مؤنث : وہ اسم ہے جو مادہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔مثلاً

لڑکی اسکول جاتی ہے کمہاری برتن بنا رہی ہے کتیا بھونک رہی ہے

مذکر سے مؤنث بنانے کے قاعدے

جاندار اسموں کی تذکیر و تانیث بنانے کے چند قاعدے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) اگر مذکر کے آخر میں الف یا ہ ہو تو اسے ی سے بدل دیا جاتا ہے۔

مثلاً

شہزادہ	شہزادی	مرغا	مرغی	لڑکا	لڑکی
بچھڑا	بچھڑی	دادا	دادی	بکرا	بکری
نانا	نانی	گدھا	گدھی	گھوڑا	گھوڑی

(2) اگر مذکر کے آخر میں " ی " ہو تو مؤنث بنانے کے لئے اسے " ن " سے بدل دیا جاتا ہے

مثلاً

مالی	مالن	بھنگی	بھنگن	دھوبی	دھوبن
موچی	موچن	جوگی	جوگن	درزی	درزن

(3) مذکر کے آخر میں " ی "، " نی " اور " انی " بڑھانے سے بھی مؤنث بن جاتے ہیں

مثلاً کمہار کمہاری دیور دیورانی جیٹھ جیٹھانی

کبوتر	کبوتری	فقیر	فقیرنی	شیخ	شیخانی
اونٹ	اونٹنی	سید	سیدانی		

مشق :

1۔ جنس کے لحاظ سے اسم کی کتنی قسمیں ہیں بیان کیجئے؟

2۔ مذکر اور مؤنث کسے کہتے ہیں، مثالوں کے ساتھ لکھئے؟

3۔ اگر مذکر الفاظ کے آخر میں الف ہو تو مؤنث الفاظ کس طرح بناتے ہیں؟

4۔ لڑکا مرغا دادا نانا بکرا ان مذکر الفاظ کو مؤنث میں تبدیل کیجئے؟

5۔ درجِ ذیل مذکر الفاظ کے آخر میں "ن" کا استعمال کرتے ہوئے مؤنث الفاظ بنایئے۔

موچی جوگی دھوبی درزی مالی

6۔ نیچے دیئے گئے مؤنث الفاظ کو مذکر میں تبدیل کیجئے؟

کمہاری دیورانی کبوتری فقیرنی اونٹنی

7۔ درج ذیل فہرست میں سے مذکر اور مؤنث الگ کیجئے

سید شیخ سیدانی مرغا بکرا بکری مرغی بھنگی بھنگن

انمول موتیاں

- مصیبت کی جڑ کی بنیاد انسان کی گفتگو ہے۔
- زندگی ایک شمع کی مانند ہے، جو ہوا میں رکھی گئی ہو۔
- غرور سے آدمی کا دین ضائع ہو جاتا ہے۔
- مفلسی، انسان کو کفر کے قریب لے جاتی ہے۔
- جن لوگوں کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں، وہ کبھی تنہا نہیں ہوتے۔
- فضول باتوں کو سننا نفسانی خواہشات کو اضافہ کرتا ہے۔
- اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے عزت ہو تو پہلے تم دوسروں کی عزت کرنا سیکھو۔
- جو عقل مند جاہلوں سے لڑے، وہ عزت کی توقع نہ رکھے۔
- دنیا کی عزت مال اور آخرت کی عزت اعمال سے ہوتی ہے۔
- جو شخص اپنے باطن کو صحیح کر لے، اللہ اس کے ظاہر کو صحیح فرما دیتا ہے۔
- جو اللہ سے اپنا معاملہ صحیح کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اور مخلوق کے درمیان کے معاملات کو صحیح کر دیتا ہے۔

اکائی 6
حصّہ نظم

نوالا

علی سردار جعفری

سیکھنے کے مقاصد

- مزدوروں کو ان کا حق دلانا اور ان کے بچوں کو آگے بڑھانا۔
- سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ کرنا۔
- خود کی ترقی کے لئے دوسروں کو قربانی کا بکرا نہ بنانا۔

شاعر کا تعارف

نام علی سردار جعفری۔ پیدائش 1913ء، وفات 2000ء ۔علی سردار جعفری ترقی پسند تحریک کے بڑے شاعر اور ادیب تھے۔ آپ اردو کے ایک اہم نقاد ہیں۔ ''نیا ادب'' ، ''گفتگو'' کے بہت عرصہ تک مدیر رہے۔ جعفری نے غزلوں اور نظموں کے علاوہ فلمی گیت بھی لکھے ہیں۔ آپ کو کئی انعامات و اعزازات سے نوازا گیا۔ جن میں ادب کا سب سے بڑا اعزاز گیان پیٹھ ایوارڈ شامل ہے۔

ماں ہے ریشم کے کارخانے میں
باپ مصروف سوتی مل میں ہے
کوکھ سے ماں کی جب سے نکلا ہے
بچہ کھولی کے کالے دل میں ہے
جب یہاں سے نکل کے جائے گا
کارخانوں کے کام آئے گا
اپنے مجبور پیٹ کی خاطر
بھوک سرمائے کی بڑھائے گا
ہاتھ سونے کے پھول اگلیں گے
جسم چاندی کا دھن لٹائے گا
کھڑکیاں ہوں گی بینک کی روشن
خون اس کا دیے جلائے گا
یہ جو ننھا ہے بھولا بھالا ہے
صرف سرمائے کا نوالا ہے
پوچھتی ہے یاں اس کی خاموشی
کوئی مجھ کو بچانے والا ہے؟